تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

19

www.tanzeem.org

یکم تا 7 ذوالقعدہ 1441ھ / 23 تا 29 جون 2020ء

قرآن مجید سے بے اعتنائی کا اصل سبب؟

قرآن کے مُنزل من اللہ ہونے کا اقرار تو ہم کرتے ہیں لیکن اگر ہم اپنے دلوں کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے قلوب قرآن پر یقین سے خالی ہیں اور ریب اور شک نے ہمارے دلوں میں ڈیرا ڈالا ہوا ہے۔ ہماری اس کیفیت کا نقشہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

﴿وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اُوۡرِثُوا الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ۝﴾ (الشوریٰ:14)

’’اور جو لوگ وارث ہوئے کتابِ الٰہی کے ان کے بعد وہ اس کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں۔‘‘

یہی وجہ ہے کہ نہ ہمارے دلوں میں اس کی کوئی عظمت ہے، نہ اس کو پڑھنے پر ہماری طبیعت آمادہ ہوتی ہے، نہ اس پر غور و فکر کی کوئی رغبت ہم اپنے اندر پاتے ہیں اور نہ ہی اسے زندگی کا واقعی لائحہ عمل بنانے کا خیال کبھی ہمیں آتا ہے۔ اس پوری صورت حال کا اصل سبب ایمان اور یقین کی کمی ہے۔ اور جب تک اسے دور نہ کیا جائے کسی وعظ و نصیحت سے کوئی پائیدار نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل کو اچھی طرح ٹٹولے اور دیکھے کہ وہ قرآن مجید کو بس ایک متوارث مذہبی عقیدے (Dogma) کی بنا پر ایک ایسی مقدس آسمانی کتاب سمجھتا ہے جس کا زندگی اور اس کے جملہ معاملات سے کوئی تعلق نہ ہو، یا اسے یقین ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو اس کے لیے نازل ہوا ہے کہ لوگ اس سے ہدایت پائیں اور اسے اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں--- اگر دوسری بات ہے تو فہو المطلوب اور اگر پہلا معاملہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری ایک عظیم اکثریت کے ساتھ یہی معاملہ ہے، تو پھر سب سے پہلے ایمان کی اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اس لیے کہ قرآن مجید کے تمام حقوق کی ادائیگی کا مکمل انحصار اسی پر ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

شائننگ انڈیا کی دھلائی

کرونا وائرس ایک آزمائش اور....

نسلی تعصب اور جدید دنیا

امریکا مکافاتِ عمل کی زد میں II

ہٹلر کے ناقابل معافی اقدامات

انتباہ!

فرعون اور اس کے سرداروں کا تکبر

الھدیٰ (892)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ المُؤمِنُون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 45 تا 48

ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی وَ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ ۬ۙ بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ
فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَ کَانُوۡا قَوۡمًا عَالِیۡنَ ﴿ۚ۴۶﴾ فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا وَ قَوۡمُہُمَا لَنَا
عٰبِدُوۡنَ ﴿ۚ۴۷﴾ فَکَذَّبُوۡہُمَا فَکَانُوۡا مِنَ الۡمُہۡلَکِیۡنَ ﴿۴۸﴾

آیت: ۴۵ ﴿ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی وَ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ ۬ۙ بِاٰیٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۴۵﴾﴾ ''پھر ہم نے بھیجا موسیٰؑ اور اُس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ۔''

آیت: ۴۶ ﴿اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِہٖ فَاسۡتَکۡبَرُوۡا وَ کَانُوۡا قَوۡمًا عَالِیۡنَ ﴿۴۶﴾﴾ ''فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف' تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ بڑے سرکش لوگ تھے۔''

آیت: ۴۷ ﴿فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا وَ قَوۡمُہُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ ''انہوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لائیں جبکہ ان کی قوم ہماری محکوم ہے!''

فرعون اور اُس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر ایک اعتراض تو وہی کیا جو حضرت نوح' حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کی قومیں اپنے رسولوں کے بارے میں کر چکی تھیں۔ یعنی یہ کہ وہ ہماری طرح کے انسان ہیں۔ لیکن یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی تھا اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا تعلق فرعون کی محکوم قوم سے تھا۔ بنی اسرائیل مصر میں فرعون کے غلام تھے اور وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کی غلام قوم کے دو اشخاص اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے دو بدو بات کریں۔

سیاق وسباق کے حوالے سے یہاں پر لفظ ''عبادت'' کے اصل مفہوم کو بھی سمجھ لیں۔ ظاہر ہے کہ اس لفظ کا جو مفہوم آج ہمارے ذہنوں میں ہے بنی اسرائیل اس مفہوم میں فرعون یا اس کی قوم کی عبادت نہیں کرتے تھے' یعنی وہ ان کی پرستش یا پوجا نہیں کرتے تھے' بلکہ وہ ان کی اطاعت کرتے تھے اور یہاں فرعون نے اسی اطاعت کو لفظ ''عبادت'' سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرعون کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی قوم ہماری غلام ہے' ہماری اطاعت شعار ہے' ہم ان پر مطلق اختیار رکھتے ہیں' ہم جو چاہیں انہیں حکم دیں اور جیسا قانون ہم چاہیں ان پر لاگو کریں۔ ہم چاہیں تو ان کے لڑکوں کو قتل کرواتے رہیں اور چاہیں تو ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیا کریں۔ یہ لوگ ہمارے غلام اور محکوم ہونے کے باعث ہمارے کسی حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتے۔

آیت: ۴۸ ﴿فَکَذَّبُوۡہُمَا فَکَانُوۡا مِنَ الۡمُہۡلَکِیۡنَ ﴿۴۸﴾﴾ ''تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا اور ہو گئے ہلاک ہونے والوں میں سے۔''

فرمانِ نبویؐ

فکرِ آخرت کی اہمیت

عَنۡ اَنَسِ بۡنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنۡ کَانَتِ الۡاٰخِرَۃُ ہَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِیۡ قَلۡبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمۡلَہٗ وَأَتَتۡہُ الدُّنۡیَا وَہِیَ رَاغِمَۃٌ وَ مَنۡ کَانَتِ الدُّنۡیَا ہَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقۡرَہٗ بَیۡنَ عَیۡنَیۡہِ وَ فَرَّقَ عَلَیۡہِ شَمۡلَہٗ وَ لَمۡ یَأۡتِہٖ مِنَ الدُّنۡیَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَہٗ))

(صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جسے آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل لونڈی بن کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے (یعنی اُس کے لیے محتاجی ہی محتاجی ہے) اور اس کے مجتمع کاموں کو منتشر کر دیتا ہے اور دنیا میں اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے لیے مقدر ہے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

شائننگ انڈیا کی دھلائی

بڑا انسان بننا فطری خواہش بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن تاریخ کی گواہی ہے کہ دنیا میں جو بڑے انسان گزرے ہیں وہ مذہبی تھے یا غیر مذہبی اُنھیں مختلف شعبوں میں یا کسی ایک شعبہ میں کوئی کارنامہ سرانجام دینے پر دنیا نے بڑا انسان کہا۔ ایسے انسان کی تمام تر کوشش اور جدوجہد اپنے فرض اور اپنے مشن کے حوالے سے ہوتی ہے۔ منتہائے مقصود کسی مشن کی تکمیل ہوتی ہے، اُسے دنیا بتاتی ہے کہ وہ بڑا انسان ہے۔ وہ تو مشن کی لگن میں خود کو کھو چکا ہوتا ہے۔ یہ انسان تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔ اِسے پڑھا جاتا ہے اس پر لکھا جاتا ہے بعض انسان زندگی ہی میں یہ اعزاز حاصل کر لیتے ہیں لیکن اکثر بڑے لوگوں کو اپنی زندگی میں وہ عظمت حاصل نہیں ہوتی جس کے وہ حقدار ہوتے ہیں لیکن مرنے کے بعد جب اُن کے کارنامے ایک دنیا کے سامنے آتے ہیں تو وہ امر ہو جاتے ہیں۔ دنیا اُن کو یاد کرتی ہے اُن کی مثالیں دیتی ہے۔

یہ صورتِ حال دیکھ کر بعض لوگوں میں بڑا انسان بننے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو اتنا بڑا دیکھنا اور دکھانا چاہتے ہیں جتنے بڑے وہ نہیں ہوتے۔ یہاں اِس بات کی وضاحت بلکہ اعتراف کی ضرورت ہے کہ ایسا ہرگز نہیں کہ وہ نالائق اور نکمے ہوتے ہیں۔ وہ قابل ہوتے ہیں، وہ استعداد اور اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ محنتی بھی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے مشن کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ گویا خون پسینہ ایک تو کرتے ہیں لیکن ہدف اپنی ذات کی پروجیکشن اور مقصود ذاتی بڑائی اور منفرد نظر آنا ہوتا ہے۔ لہٰذا حصولِ مقصد کے لیے وہ ایڑیوں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ کسی سیڑھی پر چڑھ کر خودنمائی چاہتے ہیں تاکہ اُن کا منفرد ہونا دنیا دیکھے۔

آج بڑا نظر آنے کے لیے میڈیا سے بڑی اور بہتر کوئی سیڑھی نہیں۔ وہ میڈیا کے ذریعے اپنی زبردست پروجیکشن کراتے ہیں، البتہ ایسے لوگوں کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یعنی مثبت اور منفی ذہنیت رکھنے والے لوگ۔ اِس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے کہ مثبت رویہ رکھنے والے اپنی ذات، برادری، جماعت یا قوم و ملک کا فائدہ کر کے نام کمانا چاہتے ہیں۔ کسی کا نقصان یا کسی کا بُرا کرنا اُن کے پیشِ نظر نہیں ہوتا۔ وہ کسی کے خلاف دل، ذہن میں بغض کی پرورش کر کے نام کمانے یا بڑا بننے کی کوشش نہیں کرتے لیکن اس قبیل کے منفی ذہنیت کے لوگ اِس طرح بڑا نام کمانا چاہتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے ذاتی، جماعتی یا قومی اور ملکی حریف سے کس طرح زندہ رہنے کا حق چھینا ہے۔ یہ کم ظرف لوگ ہوتے ہیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہلیت اور استعداد کے حوالے سے ان منفی ذہنیت کے لوگوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے لیکن یہ مثبت سوچ رکھنے والے لوگوں سے زیادہ محنتی اور جدوجہد کرنے والے ہوتے ہیں۔ انھیں مشن سے بہت لگن ہوتی ہے۔ اندر کا بغض اور حسد اُنھیں بڑھ چڑھ کر کام کرنے پر اُکساتا رہتا ہے۔

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 ذوالقعدہ 1441ھ جلد 29
23 تا 29 جون 2020ء شمارہ 19

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-79
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بھارت کے پردھان منتری مودی کو آپ اِن لوگوں میں شمار کر سکتے ہیں اور چاہیں تو سرفہرست اُن کا نام لکھ دیں۔ دیکھیں، چائے کا سٹال لگاتے لگاتے اگر کوئی شخص بھارت جیسے ملک کا وزیراعظم بن جاتا ہے جس کی آبادی پونے دوارب کے قریب ہے تو آپ ایسے شخص کو محنتی اور لگن سے کام کرنے والا، انتہائی جدوجہد کرنے والا اور اپنی ہٹ کا پکا تو قرار دیں گے لہٰذا سڑک کے کنارے کھوکھا لگا کر گرم چائے پی لو کی آوازیں لگانے والا اگر ایک بڑی ریاست کا وزیراعظم بن جاتا ہے تو ہمیں اُس کی ذہانت، محنت اور صلاحیت کا اعتراف تو کرنا ہوگا۔ مودی نے اقتدار اور اقتدارِ مطلق حاصل کرنے کے لیے مذہب کو Exploit کیا، یہ غلط اور نقصان دہ تھا۔ لیکن جمہوری طرزِ حکومت میں لوگ ووٹ حاصل کرنے کے لیے ایسے Exploit کرنے والے نعرے لگاتے ہیں، لیکن اقتدار میں آ کر اِن نعروں کی توڑ مروڑ کرتے ہیں کیونکہ یہ مکمل طور پر قابلِ عمل نہیں ہوتے۔ مثلاً پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگایا۔ عوام میں روٹی، کپڑا، مکان کا نعرہ بہت مقبول ہوا، لیکن بعد میں ہوا کیا؟ لوگوں نے یہاں تک کہا کہ روٹی کی جگہ گولی، کپڑے کی جگہ کفن اور مکان کی بجائے قبر ملی۔ ہم اس بحث میں نہیں اُلجھتے کہ یہ اعتراض درست تھا یا غلط۔ اصل بات یہ ہے کہ سیاست دان ایسے نعرے ووٹ حاصل کرنے کے لیے لگاتے رہتے ہیں۔ نریندر مودی بھی محض ایک سیاست دان ہوتا اور بدطینت انسان نہ ہوتا تو کچھ باتیں ہندوؤں کی، کچھ اقلیتوں کی مان کر اپنی حکومت اور عوام کی خوشحالی پر توجہ دیتا۔

بھارت سیکولرازم کا دعوے دار ہے۔ ہم اپنے قارئین کی ناراضی مول لے کر اِس سے آگے بڑھ کر بات کہنے کو تیار ہیں۔ مودی اگر علی الاعلان یہ کہہ دیتا کہ ہم بھارت کو ہندو ریاست بنائیں گے لیکن اِس ریاست میں کسی اقلیت سے ذرہ برابر زیادتی نہیں ہوگی۔ خاص طور پر بڑی اقلیت مسلمان اپنے آپ کو مکمل طور پر محفوظ و مامون سمجھیں۔ اُن کی مساجد محفوظ ہوں گی۔ ان کے دینی شعائر کا احترام ہوگا۔ وہ حلال کھائیں، چاہے بھیڑ یا گائے کھائیں ریاست کو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ ہندو گائے نہیں کھائیں گے لیکن مسلمان کو منع نہیں کریں گے اور مذہب کی بنیاد پر اُن سے کوئی امتیازی سلوک نہیں ہوگا۔ ایسے قوانین رائج کر کے اُن پر سختی سے عملدرآمد کرواکر وہ بھارت کو ہندو ریاست قرار دیتے تو اس پر مسلمانانِ پاکستان کا اعتراض دوقومی نظریہ کی نفی ہوتا کیونکہ اگر ہمیں پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کا حق ہے تو بھارت کی ہندو اکثریت کو ہندو بھارت بنانے سے کیسے روکا جا سکتا ہے؟ لیکن نریندر مودی غلط راہ پر گامزن ہوگیا۔ وہ بھارت کو ایسی ہندو ریاست بنانے پر تُل گیا جس سے اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمانوں کو ملیا میٹ کر دیا جائے گا۔ مودی کے ایک سینئر وزیر کا یہ بیان آن ریکارڈ ہے کہ 2021ء سال ختم ہونے سے پہلے تمام غیر ہندوؤں کا بھارت سے مکمل صفایا کر دیا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ انسان نہیں شیطانی ذہن کی بات ہے۔ یہ فساد فی الارض ہے۔ جہاں تک بھارت کی اقتصادی ترقی کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بنیا کاروبار میں تیز اور ہوشیار ہوتا ہے اور مال بنانے کا آرٹ جانتا ہے۔ لہٰذا بھارت کی اقتصادی صورتِ حال کم از کم حکومتی سطح پر کافی بہتر ہوئی۔ اُس کے زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوا تو اس نے اِس دولت سے بے شمار اسلحہ خریدا اور عسکری قوت بھی بن گیا۔ لیکن وہ یہ بھول گیا کہ جنگ اور عسکریت کا تعلق صرف اسلحہ سے نہیں ہوتا۔ مودی سرکار نے دن رات بھارت کے طاقتور بلکہ علاقے کی سپر قوت ہونے کے نعرے میڈیا پر لگانے شروع کر دیے۔ امریکہ اور اسرائیل کے اسلام دشمن میڈیا نے عالمی سپیکر پر بھارت کی طاقت کو گونج دی۔ شائننگ انڈیا کے نعروں سے خطے کے لوگوں کے کان پھٹنے لگے۔ طاقت کے اِس زعم میں پہلے فروری 2019ء میں پاکستان سے چھیڑ چھاڑ کی اور ایک سرجیکل سٹرائیک کا ڈرامہ رچایا اور دعویٰ کیا 350 دہشت گرد مار دیے گئے ہیں۔ بعد میں تحقیقات سے ثابت ہوا کہ صرف ایک کوّا جان سے گیا تھا اور اُنیس درخت جلے تھے لیکن اِس چھیڑ چھاڑ میں بھارت کے دو جنگی طیارے پاکستان نے مار گرائے اور ایک پائلٹ کو زندہ گرفتار کر لیا۔ بھارت کو خاصی شرمندگی اور خجالت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن مودی کی رعونت اور تکبر میں خاص فرق واقع نہ ہوا۔ امریکہ اور اسرائیل بھارت کو اِس لیے کھلا پلا رہے تھے اور اُس کے بے ہنگم جسم کی مالش اِس لیے کر رہے تھے کہ بھارت کو Containment of China کے حوالے سے میدان میں اُتاریں گے۔ علاوہ ازیں سی پیک اور BRI کے راستے میں بھارت دیوارِ چین بن جائے گا اور امریکہ آسانی سے اگلی صدی میں بھی سپریم پاور آف دی ورلڈ ہوگا۔ لیکن پہلے بھارت نے افغانستان میں فوج نہ بھیج کر بزدلی کا مظاہرہ کیا، جس سے امریکہ بہت مایوس ہوا۔ پھر لداخ میں چین کے ہاتھوں جس خوبصورتی کے ساتھ اُس کی پٹائی ہوئی اُس پر انڈین میڈیا سٹپٹا رہا ہے کہ بھارتی سینا کے سورماؤں کے کارنامے وہ کیسے بیان کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ فرد، قوم یا ملک ہو جب کسی کو بانس پر چڑھا دیا جاتا ہے تو اُس کی قلابازیاں اسی طرح لگتی ہیں جیسے آج کل مودی اور اُس کے شائننگ انڈیا کی لگ رہی ہیں۔ یہ نریندر مودی کا طرزِ عمل ہی ہے کہ آج اس کے شائننگ انڈیا کی دھلائی ہو رہی ہے۔ اس میں پاکستان اور مسلمانانِ پاکستان کے لیے ایک سبق ہے کہ پنڈت نہرو جو ہماری نظر میں بھارت کے بانی کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج بھارت اُن کے نظریہ سیکولرازم سے منحرف ہو کر ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ جبکہ بانیٔ پاکستان کا قول تھا: ”ہم ایک اسلامی فلاحی ریاست بنا کر جدید دور میں اسلامی اخوت اور مساوات کی مثال قائم کریں گے۔“

ذرا سوچیے! کہ آج اگر ہندو ایک دنیوی وعدہ کی خلاف ورزی پر ذلیل و خوار ہو رہا ہے تو کیا ہم نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا کہ تو ہمیں ایک خطۂ زمین عطا کر دے، ہم اُس پر تیرا دین نافذ کریں گے؟ کیا اللہ سے اس وعدہ خلافی پر ہم ذلت و رسوائی سے بچ سکیں گے؟ ابھی بھی وقت ہے۔ چاہیے کہ ہم فیصلہ کرلیں: دل یا شکم۔ اللہ مہلت دیتا ہے، لیکن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہیں۔

کرونا وائرس ایک آزمائش اور کرنے کا اصل کام

(قرآن و حدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں ناظم اعلیٰ انجمن خدام القرآن محترم عارف رشید کے 12 جون 2020ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! کرونا کی وبا کو تقریباً ساڑھے تین مہینے سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور ہم اس کی گرفت میں ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش و ابتلا ہے۔ سورۃ الملک کی ابتدا میں جو کہا گیا کہ:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾ ”جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔“ (الملک:2)

یہ زندگی اور موت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا۔ جو بھی شخص اس دنیا میں آتا ہے وہ اپنی مرضی سے نہیں آتا بلکہ اللہ بھیجتا ہے۔ ہماری تخلیق میں ہمارا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اللہ نے ہمارے والدین کو ذریعہ بنایا اور ہم اس دنیا میں اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور اسی طرح موت کا بھی ایک وقت معین ہے جو ہر شخص پر آنا ہے۔ کسی کی زندگی تیس، پینتیس برس ہے، کوئی ساٹھ برس کا ہے اور کوئی نوے برس سے بھی اوپر ہو گیا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ:

”اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا، پھر وہی تمہیں وفات دے گا، اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو ناکارہ عمر کو لوٹا دیے جاتے ہیں کہ نہ جانے علم رکھنے کے بعد کچھ بھی۔ یقیناً اللہ جاننے والا، قدرت والا ہے۔“ (النحل:70)

انسان پر وہ عمر بھی آجاتی ہے کہ اسے کوئی ہوش نہیں ہوتا۔ وہ کلیتاً اپنے لواحقین کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن اس میں اصل غور کرنے والی بات یہی ہے کہ:

﴿لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط﴾ ”تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔“

اس موضوع کو قرآن حکیم میں بہت سے مقامات میں مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا گیا:

”ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم آزماتے رہتے ہیں تم لوگوں کو شر اور خیر کے ذریعے سے اور تم سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹا دیے جاؤ گے۔“ (الانبیاء:35)

موت تو وہ حقیقت ہے جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ آج جو لوگ زندہ ہیں ایک وقت آئے گا وہ نہیں ہوں گے۔ ہمارے اپنے بزرگ اس کے سب سے بڑے گواہ ہیں۔ بچہ اپنے والد کے بارے میں نہیں سوچتا کہ اس پر بھی شاید وہ وقت آئے گا، وہ بچہ جوان ہو جاتا ہے، کاروبار میں گیا، اس کے والد ضعیف ہو گئے اور پھر اس کے بعد بالآخر ان کا بھی آخری وقت آ گیا۔

مرتب: ابو ابراھیم

یہاں بھی ابتلا کا لفظ آزمائش کے لیے آیا ہے۔

انسان کی ہر طرح سے آزمائش ہوتی ہے۔ شر کے ذریعے بھی، بیماری کے ذریعے، وبا کے ذریعے، کسی نقصان یا حادثہ کی صورت میں آزمائش ہے۔ جبکہ خیر کے ذریعے بھی آزمائش ہوتی ہے۔ جیسے بڑی خوشحالی ہے، بڑی صحت ہے، انسان کی آرزو اور تمنائیں بڑی جوان ہیں، ادھیڑ عمری میں بھی ابھی اس کے اندر سے مال و دولت کی حرص نہیں گئی۔ ان دونوں طرح کی کیفیتوں سے انسان گزرتا ہے۔ صحت بھی ہے تو بیماری بھی ہے۔ اسی طرح امیری بھی ہے تو فقیری بھی ہے اور ایک شخص کے ساتھ یہ تمام کیفیتیں پیش آسکتی ہیں۔ لیکن ہر شے اللہ کی طرف سے امتحان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾﴾ ”اور ہم لازماً چکھائیں گے انہیں مزہ چھوٹے عذاب کا بڑے عذاب سے پہلے، شاید کہ یہ لوگ پلٹ آئیں۔“ (السجدہ:21)

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھنجوڑنے کا انداز ہوتا ہے کہ انسان ضلالت اور گمراہیوں کے جن راستوں پر چل رہا ہے اُن سے ہٹ کر سیدھے راستے پر آجائے۔

آج ایلیٹ کلاس جس طرح شیطان کی پیروی کر رہی ہے اور وہاں جس طرح شعائر دینی، دینی معاملات، اور اللہ و رسول ﷺ کا استہزاء ہو رہا ہے تو ممکن ہے یہ وباء اور یہ ٹڈی دل ہمارے ضمیر کو جگانے کے لیے آئے ہوں۔

بہر حال ہمیں فوکس اپنے آپ کو کرنا ہے۔ کرونا وباء کے حوالے سے شروع میں تو مذاق بھی اُڑایا گیا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی گھرانہ ایسا نہیں ہے جس کے قریبی اعزہ و اقارب میں سے کوئی اس میں مبتلا نہ ہو۔

میرا اکثر ڈاکٹرز کے ساتھ رابطہ ہوتا رہتا ہے وہ جو صورتحال بتاتے ہیں اس کا اس وقت آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہ بات جسے چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش کی گئی تھی اب بہت بڑی حقیقت بن کر سامنے آچکی ہے اور اس سے رستگاری یا چھٹکارے کا بظاہر کوئی ذریعہ نظر نہیں آ رہا۔ بس صرف ایک ہی صورت نظر آتی ہے کہ اللہ سے

ہی پناہ مانگی جائے کہ کہیں ہم خود بھی یا ہمارے جو پیارے ہیں ان میں سے کوئی شخص اس میں مبتلا نہ ہو جائے۔

سورۃ التحریم کے پہلے رکوع میں نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے دو واقعات کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد تمام اہل ایمان کو مخاطب کر کے تنبیہ کی گئی کہ:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾ ’’اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے‘‘(التحریم:6)

اگر یہ شعور پیدا نہیں ہوگا کہ ہمیں واقعتاً پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے تو ہمارے اندر کوئی تبدیلی پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے کہ دنیا نقد ہے، یہاں کا فائدہ، یہاں کی لذتیں، عیش وعشرت‘ یہ سب چیزیں فوری ملنے والی ہیں۔ جبکہ آخرت کا معاملہ دور کا اور ادھار کا معاملہ ہے۔ کوئی شخص نیکی کرتا ہے، حق پر قائم رہتا ہے یا حق کا علمبردار بن کر کھڑا ہوتا ہے تو اس دنیا میں اسے بڑی جلی کٹی سننی بھی پڑتی ہیں اور اس حد تک بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی جان ہی لے لی جائے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو اس راہ حق میں اپنی جان پیش کر کے اللہ کی راہ میں کامیاب ہوئے۔ اصل کامیابی تو ان کی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب ٹھہرائے جائیں گے۔ جبکہ یہ دنیا تو عارضی ہے۔ یہ امتحان ہے۔ ہر شخص کو اس میں سے گزرنا ہے۔ لیکن ہماری محدود ذہنیت ہے۔ ہم صرف شر کو ہی آزمائش سمجھتے ہیں۔ جیسے کوئی اللہ کی طرف سے پکڑ آئی ہے جیسا کہ آج کل وبا ہے، یا کوئی مالی نقصان ہو گیا، یا کوئی اور پریشانی ہے تو قرآنی الفاظ ﴿فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ۝﴾ کے مصداق گڑگڑانے لگتے ہیں، سجدے میں گرے ہوئے ہیں، بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ اسی طرح بیماری، کاروبار کا دیوالیہ، کوئی زخم لگ گیا تو اسی کو ہی نقصان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اللہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کتنے کھرے ہو، کتنا کچھ تمہارے اندر صبر موجود ہے۔ کتنا کچھ یقین اور اعتماد اور توکل اللہ کی ذات پر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس جب حالات اچھے ہوں، مالی خوشحالی ہو، صحت بھی ہو، خیر ہی خیر ہو تو اسے انسان آزمائش نہیں سمجھتا اور نہ اس پر اللہ کا اس طرح شکر ادا کرتا ہے جس طرح مصیبت اور بیماری میں گڑگڑا کر دعائیں مانگتا ہے۔ اسی موضوع کو سورۃ الفجر میں بہت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

’’انسان کا معاملہ یہ ہے کہ جب اس کا ربّ اسے آزماتا ہے پھر اسے عزت دیتا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت دی! اور جب وہ اسے آزماتا ہے پھر اُس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے‘ تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا!‘‘ (الفجر:15،16)

یہ دونوں چیزیں آزمائش ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا ۝۹۵﴾ ’’اور قیامت کے دن سب کے سب آنے والے ہیں اس کے پاس اکیلے اکیلے۔‘‘ (مریم:95)

یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ کا تعلق کس نسب یا خاندان سے ہے، یا کس سلسلے سے وابستہ تھے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا یہ واقعہ تمام اُمت کے لیے ایک راہنما مثال ہے۔ ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے اعزہ و اقارب کو جمع کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جب اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ ’’اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ‘‘ (الشعراء: 214) تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’اے گروہ قریش! تم اللہ سے اپنے آپ کو خرید لو۔ میں اللہ کی بارگاہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا اگر تم مسلمان نہ ہوئے۔ اے بنو عبد مناف! میں اللہ کی بارگاہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا اگر تم مسلمان نہ ہوئے۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کی بارگاہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا اگر تم مسلمان نہیں ہوئے۔ اور صفیہ اللہ کے رسول کی پھوپھی! میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا اگر تم مسلمان نہیں ہوتی ہو۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہؓ! تم مجھ سے جو چاہے مانگو، لیکن میں اللہ کی بارگاہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا اگر تم مسلمان نہیں ہوتی۔‘‘ (سنن دارمی)

پریس ریلیز 19 جون 2020ء

پنجاب اور سندھ میں دینی شعائر کے حوالے سے اقدام قابل تحسین ہیں

ایوب بیگ مرزا

پنجاب اور سندھ میں دینی شعائر کے حوالے سے اقدام قابل تحسین ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے ترجمان ایوب بیگ مرزا نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ یونیورسٹیوں میں قرآن بمع ترجمہ پڑھانے کا پنجاب حکومت کا فیصلہ اچھا ہے لیکن یہ فیصلہ بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ صرف جید علمائے کرام کے تراجم قرآن پاک کو ہی پڑھایا جائے اور نام نہاد جدت پسند سکالرز کی قرآنی تشریح سے گریز کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ پاکستان بھر میں تعلیمی نصاب اور نظام کو اسلامی بنیادوں پر استوار کیا جائے اور حکومت و ریاست کے دیگر تمام اداروں میں بھی اسلامائزیشن کا عمل شروع کیا جائے تاکہ پاکستان حقیقی معنوں میں خلافت راشدہ کی طرز پر ایک اسلامی فلاحی ریاست بن سکے۔ اُنھوں نے سندھ اسمبلی کی ختم نبوت سے متعلق قرارداد کی تحسین کرتے ہوئے کہا یہ قرارداد لبرلز اور قادیانیوں کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے۔

انہوں نے ایم کیو ایم کے مقتول لیڈر عمران فاروق کے قاتلوں کے لیے عمر قید کے عدالتی فیصلے کو ایک مناسب فیصلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس میں کسی قدر انصاف کے تقاضے پورے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار برطانیہ نے دہشت گرد الطاف حسین کو اپنے ہاں ابھی تک پناہ دی ہوئی ہے جبکہ الطاف حسین کی اسلام اور پاکستان دشمنی اور غداری ثابت ہو چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ برطانیہ ایسے سنگین مجرموں کی پشت پناہی کیوں کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ حکومت پاکستان برطانیہ سے پرزور مطالبہ کرے کہ وہ الطاف حسین کو پاکستان کے حوالے کرے تاکہ پاکستانی عدالتوں میں اس کے سنگین جرائم کے خلاف مقدمہ چلایا جا سکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

یہاں نسبت دیکھئے کہ حضور ﷺ اپنے گھر کے افراد سے کیا فرما رہے ہیں۔ ہمارا تو حضور ﷺ کے ساتھ ایک اُمتی کا تعلق ہے۔ ہم بڑے مطمئن ہیں کہ ہم تو حضور ﷺ کے امتی ہیں، ہمیں تو آپ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو کر رہے گی اور ہمیں نبی اکرم ﷺ جہنم سے بچالیں گے۔ حالانکہ ہمارا جہنم پر ایمان ہی کتنا ہے؟ آخرت پر جتنا بھی کسی انسان کا ایمان ہوگا وہ اس کی سیرت و کردار سے ظاہر ہو جائے گا۔ جیسے قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝1 فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝2 وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝3﴾ ''کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور نہ وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کرتا ہے۔'' (الماعون:1 تا 3)

یعنی وہ صرف گناہ کا مرتکب نہیں ہو رہا بلکہ آخرت کا انکار بھی کر رہا ہے۔ تو گویا ہمارے اعمال خود ہمیں بتا رہے ہیں کہ ہمارا آخرت پر کتنا یقین ہے۔ اسی سورت میں ہی فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝4 الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝5﴾ ''تو بربادی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔'' (الماعون:4 تا 5)

اگر وہ نماز لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ بھی پڑھ رہا ہو لیکن اگر اس کا کردار آخرت کی نفی کر رہا ہے تو اس کے لیے آخرت میں بربادی ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمارا بعث بعد الموت پر ایمان بھی ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت بھی ہے جہنم بھی ہے لیکن اس جنت کے لیے ہم کتنی کوشش کر رہے ہیں اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے ہم کتنی کوشش کر رہے ہیں اس لحاظ سے ہر شخص اپنا جائزہ لے سکتا ہے۔ ہم سب اس آئینے میں خود کو دیکھ سکتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ اس کے بعد اگر ہم اپنے اندر پختہ یقین اور ایمان پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کریں۔ کوئی تفسیر ہمارے زیر مطالعہ ہو۔ لاک ڈاؤن کی افادیت کے مختلف پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنے بال بچوں کے ساتھ وقت گزارنے کا وقت مل رہا ہے۔ ورنہ ایک شخص صبح آٹھ بجے کا نکلا ہوا رات دس بجے گھر آتا ہے۔ لیکن موجودہ صورتحال میں اگر ایک طرف کرونا کی وباء ہمارے لیے آزمائش ہے تو دوسری طرف لاک ڈاؤن میں فرصت کے یہ لمحات بھی ہمارے لیے آزمائش ہیں کہ ہم ان قیمتی لمحات کو کس طرح گزارتے ہیں۔ آزمائش و ابتلاء کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم اللہ سے رجوع کریں، اس کے کلام کو پڑھیں اور اس کو سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ ہم سیدھے راستے پر آسکیں۔ لاک ڈاؤن میں ہمارے پاس اتنا وافر وقت ہے کہ ہم بڑے اطمینان کے ساتھ قرآن حکیم کا ایک نصاب متعین کر سکتے ہیں کہ روزانہ کتنا پڑھنا ہے اور سمجھ کر پڑھنا ہے۔ اس قیمتی وقت کو ہم اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے صرف کر سکتے ہیں اور ابتلاء کے دور میں یہی ان لمحات کا اصل تصرف بھی ہونا چاہیے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ان قیمتی لمحات کو بھی موبائل، فیس بک اور دوسری شیطانی چیزوں میں ضائع کیا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے'' (التحریم:6)

ایک کوئلہ لکڑی کا ہوتا ہے جبکہ ایک کوئلہ معدنی ہوتا ہے۔ معدنی کوئلہ کی آگ اور تپش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن جو آگ اللہ کی بڑھکائی ہوئی ہے اس کی تپش کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ لکڑی تو جل کر راکھ ہو جاتی ہے، ختم ہو جاتی ہے لیکن جہنم کی آگ ختم نہ ہونے والی ہے۔ ہم قرآن کا مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس دن انسان پکارے گا کہ کاش مجھے موت آجائے۔ کہا جائے گا کہ تم ایک نہیں سینکڑوں اموات کو پکارو مگر اب موت نہیں آئے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ﴾ ''اور جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کو دوسری کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزا چکھتے رہیں۔'' (النساء:56)

ایسا کرنا اُس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا ہر قسم کے دردناک عذاب سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ اس کی تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جو کہا گیا کہ:

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝50﴾ ''تو اب اس (قرآن) کے بعد یہ اور کس کلام پر ایمان لائیں گے؟'' (المرسلات:50)

قرآن میں جہنم اور اس کی ہولناکیوں کا جتنا تذکرہ ہے اگر یہ چیزیں بھی انسان کو تبدیل نہیں کر سکیں تو اور کون سی شے ہے جو تبدیل کرے گی۔ بہرحال یہ آیہ مبارکہ اس سورہ مبارکہ کی مرکزی آیت ہے۔ یہ ہمارے ذہنوں میں رہنی چاہیے اور واقعتاً ہمیں آخرت کی زندگی کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ جس امتحان اور ابتلا سے ہم لوگ گزر رہے ہیں اس میں اللہ ہمارے ساتھ بہت رحمت کا معاملہ فرمائے۔ آمین!

امیر محترم کے لیے دعائے صحت کی اپیل

جیسا کہ رفقائے تنظیم و احباب کے علم میں ہے کہ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ
اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

7 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

17

آہ از افرنگ و از آئینِ او
آہ از اندیشۂ لادینِ او

ترجمہ افسوس حالیہ فرنگی علم وتہذیب کی ترقی پر اور ان کے آئین (اصولِ تہذیب و اصولِ حکومت) پر۔ (مزید) افسوس (یہ) ہے کہ (یہ فرنگ) خدا بےزاری اور دین دشمنی کی وجہ سے لادین (سیکولر) نظریات پروان چڑھا رہا ہے

تشریح دنیا میں اچھے بُرے لوگ ہیں اور خیر و شر کے درمیان ایک تناؤ اور مقابلہ بھی ازلی ہے تاہم افرنگ نے مثبت یونیورسل انسانی اقدار سے منہ موڑ کر ایک نئی سوچ اپنائی اور سیکولر اور لبرل یعنی حیوانی سوچ کو جنم دیا اور گزشتہ صدیوں میں اس کو اپنا نصب العین اور ملکی سطح پر اپنا آئین قرار دے دیا۔ NEW WORLD ORDER کے الفاظ عوامی اور میڈیا کی سطح پر کوئی رُبع صدی پہلے سامنے آئے مگر حیرت ہے اس کے پس پردہ صہیونی منصوبہ امریکی کرنسی ڈالر کے نوٹ پر 1776ء سے چھپ رہا ہے اس کے الفاظ ہیں ORDO NOVO SECLORUM۔ اس کی تفصیلات کسی درجے میں 1897ء کے یہودی اکابرین (ELDERS OF ZIONS) کے سوئٹزر لینڈ اجتماع میں طے شدہ اصولوں سے سامنے آتی ہیں جو عرصے سے اب PROTOCOLS کے نام سے ملتے ہیں۔ ان اصولوں میں اگر 25% بھی اصل ہیں تو بھی ان اصولوں کو بنا کر اختیار کرنے والے لوگ انسانیت کے مجرم ہی نہیں دشمن ہیں۔ ان باتوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے (اور اس کے ممکنہ نتائج پر اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے)۔

18

علمِ حق را ساحری آموختند
ساحری نے، کافری آموختند!

ترجمہ (فرنگ کو) اس سچے (انسان دوست) علم نے دوسروں کو زیر کرنے اور استحصال کرنے کا ہنر سکھادیا ہے۔ ساحری نہیں (لادینی) کافری یعنی سیکولرازم اور لبرل ازم سکھادیا ہے

تشریح آج کی مغربی تہذیب جو کبھی یورپ میں اُٹھی، فرانس اور برطانیہ میں پلی بڑھی، امریکہ میں 1776ء میں جوان ہوئی۔ یہ صہیونی تہذیب سود، سرمایہ داری، بے حیائی، عریانیت، شراب اور بے روزگاری سے عبارت ہے اجتماعی ادارے ریاست و حکومت تو انسانی فلاح و بہبود کے لیے وجود میں آتی ہے مگر فرنگ (اور امریکہ) کی شیطانی تہذیب اپنی پالیسیوں (ساحری) کے ذریعے انسانیت پر مسلط ہوگئی ہے۔ اس تہذیب نے دھوکہ، فریب، دجالیت، ڈپلومیسی، منافقت، خدا بےزاری کے سوا انسانیت کو کچھ نہیں دیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس مجہول النسب تہذیب نے انسانیت کو ساحری نہیں کافری سکھادی ہے اور آج انسان جانوروں سے بھی بدتر صورت حال سے دوچار ہے کہ اپنے خالق و مالک کو بھی نہیں پہچانتا اور خود شناسی کی منزل بھی گم کر بیٹھا ہے۔

19

ہر طرف صد فتنہ می آرد نفیر
تیغ را از پنجۂ رہزن بگیر

ترجمہ فرنگ (مغربی اقوام) کی اس روش نے اقوامِ عالم میں سینکڑوں اخلاقی، علمی اور دینی فتنے کھڑے کردیے ہیں (مسلمانوں کو) اس بدمعاش (رہزن) سے یہ علم الاشیاء کا ہنر چھین لینا چاہیے

تشریح اقوامِ مغرب کی اس شیطانی تہذیب نے فرنگ کے ساتھ مل کر اور امریکی ایوانوں میں جوان ہوکر ایسے فتنے برپا کردیے ہیں۔ تصویر، فوٹو، سینما، ٹی وی، کلر ٹی وی، VCR، فلمی سی ڈیز، سی ڈی پلیئر، موبائل فون، انٹرنیٹ، آئی فون اور اب 7G, 6G, 5G درجے کے انٹرنیٹ سے انسانی تہذیب، تمدن، اخلاق، کردار، مذہب اور آسمانی ہدایت سے پرلے درجے کی نفرت پیدا کردی ہے اور آج کا انسان شرفِ انسانی سے گر کر حیوانوں سے بھی بدتر ہوگیا ہے۔

یہ بات صاف نظر آرہی ہے کہ اگر آج دنیا کی باضمیر انسانیت نے اس تہذیب کو لگام نہ دی، اس کا سر نہ کچلا اور دنیا کی قیادت سے نہ ہٹایا اور ان کا خاتمہ نہ کیا تو انسانیت کا مستقبل بڑا خوفناک ہے لہٰذا جتنا جلدی ہوسکے اس راہزن تہذیب اور اس کے بدمعاش (راہزن) رہنماؤں (صہیونیت کے WASP'S) سے دنیا کو آزاد کرایا جائے۔ اس تہذیب کے شیطانی منصوبہ جات ★ نیو ورلڈ آرڈر کے عنوان سے اس ایڈریس پر انٹرنیٹ پر دیکھے جاسکتے ہیں:

https://rense.com/general94/nwoplans.htm
http://www.freedomfightersforamerica.com/illuminati_-_the_real_world_danger

★ علامہ اقبال نے 'ابلیس کی مجلسِ شوریٰ' نظم میں ابلیس سے کہلوایا ہے

؎ میں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب
میں نے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں
؎ ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

امریکہ، اسرائیل اور انڈیا میں نسلی اور مذہبی امتیاز، نام نہاد جمہوری اور سیکولر نظام کے کریہہ چہرے سے نقاب اُتار کر اس کا اصل چہرہ سامنے لے آیا ہے: ایوب بیگ مرزا

گلوبل ڈیپ سٹیٹ کا ایجنڈہ ہے کہ پوری دنیا پر فاشسٹ نظریہ کے حامل لوگوں کو مسلط کر دیا جائے۔ اس حوالے سے دنیا میں سفید فاموں، صہیونیوں اور انتہا پسند ہندوؤں پر مشتمل ایک ایسا ٹرائیکا بنتا دکھائی دے رہا ہے جو پوری دنیا کو اپنے نیچے لگا لے گا: رضاء الحق

نسلی تعصب اور جدید دنیا کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: یورپ میں سفید فام سپرمیسی کا تصور قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ کیا امریکہ میں سیاہ فام سے نفرت اور تعصب بھی اُسی سلسلہ کی کڑی ہے؟

رضاء الحق: امریکہ میں اس وقت نسل پرستی کا غلبہ ہے، بالخصوص سیاہ فاموں کے خلاف نسلی تعصب اپنے عروج پر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ کو آزادی 1784ء میں ملی تھی۔ اس سے پہلے وہاں برطانیہ کا کلونیل نظام تھا۔ اس سے پہلے برطانیہ، فرانس، سپین اور پرتگال وغیرہ میں بھی نسل پرست سفید فام حکومتیں موجود تھیں۔ پوپ اربن دوم کے دور میں برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے صلیبی جنگجو جہاں سے بھی گزرتے تھے تو وہاں کے براؤن لوگوں کا مذہبی اور نسلی بنیادوں پر قتل عام کرتے تھے۔ انہی یورپی سفید فام سپرمیسی کے قائل لوگوں نے امریکہ کو ”دریافت“ کیا۔ ابتدا میں انہوں نے امریکہ میں لاکھوں ریڈ انڈینز کو قتل کیا اور اس کے بعد تقریباً 1601ء میں سیاہ فاموں کو غلاموں کی صورت میں امریکہ میں لایا گیا۔ اسی دوران میں آسٹریلیا میں اپنے convicts برطانیہ سے بھیجے گئے اور برطانیہ میں جو سزا یافتہ لوگ تھے ان کو آسٹریلیا میں آباد کیا گیا۔ انہوں نے وہاں مقامی آبادی aborigines کا قتل عام کیا۔ پھر 1864ء میں شمالی اور جنوبی امریکہ کے درمیان سول وار شروع ہوئی جس میں نام نہاد امریکی، مفاد کے قائل گروہ کو ابراہم لنکن لیڈ کر رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں غلامی کو ختم کرنے کی بات کی گئی لیکن حقیقت میں دونوں طرف کے جنرلز کے غلام اس وقت سیاہ فام تھے۔ بیسویں صدی میں امریکہ میں سیاہ فاموں سے نسلی امتیاز اور تعصب کے خلاف تحریکوں نے زور پکڑا۔ پھر 1960ء کی دہائی میں امریکہ میں سول رائٹس کی تحریکیں چلیں جو سیاہ فاموں نے چلائی تھیں کہ ہم یہاں کے شہری ہیں، ہماری شہریت کو تسلیم کیا جائے اور مساوی شہری حقوق دیے جائیں۔ اس تحریک کی حمایت میں مارٹن لوتھر کنگ اور میلکم ایکس نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں مارٹن لوتھر کی نظم ”خواب“ بڑی مشہور ہوئی جبکہ میلکم ایکس نے اسلام کے مساوات کے تصور سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن تعصب کی انتہا دیکھئے کہ ان دونوں شخصیات کو بھی قتل کر دیا گیا۔ امریکی سیاہ فاموں کو نیچا

مرتب: محمد رفیق چودھری

دکھانے کے لیے ان کو نیگروز کہتے ہیں۔ پھر جس طرح امریکہ خود کو انکل سام کہتا ہے اسی طرح سیاہ فاموں کو انکل ٹام کہا جاتا تھا۔ میلکم ایکس نے کہا تھا کچھ ایسے کالے لوگ ہیں جو ہاؤس نیگروز ہیں لیکن کچھ فیلڈ نیگروز ہوتے ہیں۔ ہاؤس نیگروز ان کے خلاف نہیں ہیں جبکہ فیلڈ نیگروز ان کے سخت خلاف ہیں جس کی وجہ سے ان کے خلاف ایکشن لیا جاتا ہے۔ یہ نسلی امتیاز آج تک امریکہ میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ نائن الیون کے بعد جو صدور آئے انہوں نے بھی اس نسلی امتیاز کو ختم کرنے کے لیے کوئی قانون سازی نہیں کی۔ حقیقت میں ان سفید فاموں میں تکبر بہت زیادہ ہے اور کچھ معاملات میں وہ باقی لوگوں سے حسد اور بغض بھی رکھتے ہیں۔ یہی دو چیزیں ہیں جن کو شیطان آغاز سے ہی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے اور یہ خیر و شر کی کشاکش شروع سے چل رہی ہے لیکن اب ٹرمپ کے دور میں یہ معاملہ کھل کر سامنے آگیا ہے۔ چونکہ ٹرمپ سفید فاموں کی سپرمیسی کے نعرے کی بنیاد پر ہی امریکہ کا صدر بنا ہے لہٰذا اب وہ نسل پرستی پر مبنی اس ایجنڈے کو پورے امریکہ میں رائج کرنا چاہ رہا ہے۔

سوال: رنگ و نسل کا تعصب صرف امریکہ میں ہی نہیں بھارت، اسرائیل اور چند یورپی ممالک میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ کیا یہ کسی گلوبل ایجنڈے کا حصہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت دنیا میں جمہوری طرزِ حکومت رائج ہے۔ یہ تصور ایک ایسی حقیقت بن چکا ہے کہ اس کے مقابلے میں غیر جمہوری نظام کو غیر انسانی نظام سمجھا جاتا ہے۔ اس جمہوری نظام کے بارے میں امریکی فلاسفر فوکا یاما کہتا ہے: This is end of the History. یعنی اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ گویا اس میں کوئی بہتری ہو ہی نہیں سکتی۔ بہرحال اس طرز حکومت میں ایک اصطلاح استعمال ہوتی ہے: ’ڈپلومیسی‘ جو بنیادی طور پر منافقت کی ایک قسم ہے۔ جبکہ سیکولرازم جمہوریت کا مضبوط ستون ہے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ اگر دو ملکوں کے درمیان کوئی تنازع ہو جائے تو وہ تمام معاملات میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جاتے تھے لیکن آج کی جمہوری ڈپلومیسی یہ ہے کہ اگر دو ملکوں کے درمیان کچھ معاملات میں شدید محاذ آرائی ہے تو کچھ معاملات میں وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بھی کر رہے ہیں۔ یہ بڑی عجیب ڈپلومیسی ہے۔ اسی لیے میں اس کو منافقت کہتا ہوں۔ بہرحال اس جمہوری نظام کی بنیاد سیکولرازم ہے۔ سیکولرازم کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ ایک ملک کے دو شہری چاہے کسی بھی رنگ، نسل اور مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ان کو ایک جیسے حقوق ملنے چاہئیں۔ یعنی سیکولرازم کہتا ہے کہ سب کے لیے قانون ایک جیسا ہوگا اور یہ سب کچھ جمہوری ملکوں کے آئین میں تحریر شدہ ہے لیکن عملی طور پر اس میں وہ منافقت کرتے ہیں۔ البتہ یورپ میں اس پر کچھ عمل ہوتا ہے لیکن وہ بھی برائے نام ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یورپ میں کوئی عورت ساحل پر برہنہ کھڑی ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر کوئی مسلمان عورت حجاب پہنتی ہے تو اس کو سزا ملے گی۔ حالانکہ

اگر وہاں ننگے رہنے کا حق ہے تو پہننے کا بھی تو حق ہے۔ بہرحال یہ نسلی اور مذہبی امتیاز اس وقت بدترین صورت میں امریکہ اور اس سے بڑھ کر اسرائیل اور بھارت میں ہے۔ امریکہ کا اس وقت جو حال ہے اس کا مشاہدہ تو ہم خوب کر ہی رہے ہیں کہ ایک سفید فام وردی والا سیاہ فام کو دبوچ کر اس کی گردن پر گھٹنا رکھے کھڑا ہے۔ سیاہ فام التجائیں کر رہا ہے کہ پلیز! میری سانس رک رہی ہے، میرا دم گھٹ رہا ہے لیکن سفید فام ٹس سے مس نہیں ہوتا اور اسی حالت میں سیاہ فام کی جان نکل جاتی ہے۔ حالانکہ اگر اس نے کوئی جرم کیا تھا تو اس پر مقدمہ چلایا جاتا اور اس کے مطابق اس کو سزا دی جاتی لیکن سیاہ فام کے لیے اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جبکہ اگر کوئی سفید فام اس کی جگہ ہوتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے بھی اسی طرح ماورائے عدالت قتل کر دیا جاتا؟ ہرگز نہیں۔ یہی اصل میں امتیازی سلوک ہے اور بھارت اور اسرائیل اس وقت اس معاملے میں امریکہ سے بھی بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ اسرائیل تو اپنے طرزعمل سے یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اس وقت دنیا میں انسان صرف یہودی ہیں باقی سارے لوگ انسان نما حیوان ہیں۔ ان کے تکبر کا یہ عالم ہے کہ یہ تصور ان کے پروٹوکولز میں شامل ہے۔ اسی طرح بھارت میں کیا ہو رہا ہے؟ اگر کوئی مسلمان گائے کا گوشت لے کے جا رہا ہے تو اس کو تشدد کر کے مار دیا جاتا ہے لیکن خود ہندو اسی گائے کے گوشت کو ایکسپورٹ کر کے کروڑوں روپے کما رہے ہیں۔ یہی منافقت ہے اور یہی تعصب ہے۔ حالانکہ بھارت اس وقت دنیا کا سب سے بڑا جمہوری اور سیکولر ملک ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔ اسی طرح امریکہ بھی سیکولرازم کا علمبردار ہے لیکن عملی طور پر ان کا طرزعمل منافقت اور امتیاز پر مبنی ہے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ کرونا وباء کے معاملے میں بھی بھارت میں مسلمانوں سے اور امریکہ میں سیاہ فاموں سے امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے کہ انہیں علاج کی مناسب سہولیات نہیں دی جا رہیں۔ اِن ممالک کا جمہوریت اور سیکولرازم کا یہی اصل چہرہ ہے۔

سوال: امریکہ میں جب جارج فلائیڈ کی ہلاکت ہوئی تو اس پر امریکی حکومت کا طرزعمل کیسا تھا؟

رضاء الحق: میں کہتا ہوں کہ جارج فلائیڈ کے قتل میں امریکی حکومت خود ملوث ہے۔ اس حوالے سے میرے پاس شواہد ہیں کہ 2014ء سے لے کر آج تک امریکی پولیس کا کردار بہت مشکوک ہے۔ مثلاً 17 جولائی 2014ء کو پولیس نے ایک سیاہ فام کو مارا۔ حکومت نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اس کے بعد 19 اگست 2014ء کو پھر پولیس نے ایک سیاہ فام کو قتل کیا، 22 اپریل 2014ء کو ایک اور سیاہ فام کو پولیس نے قتل کیا، اسی طرح 14 اپریل 2015ء کو، 5 جولائی 2016ء، 6 جولائی 2016ء کو، 18 مارچ 2018ء کو، 13 مارچ 2020ء کو بھی سیاہ فام امریکی پولیس کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ لیکن امریکی حکومت نے ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے کچھ نہیں کیا۔ حالیہ واقعہ کے بعد صدر ٹرمپ کا جو رویہ سامنے آیا وہ خود امریکی حکومت کے ملوث ہونے کی چغلی کھا رہا ہے۔ حالیہ واقعہ کے بعد صدر ٹرمپ نے اپنی تقریر اور ٹویٹس میں کہا کہ میں بڑا dominated صدر ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے گوروں نے لاک ڈاؤن کھولنے کے لیے احتجاج کیا تو ٹرمپ ان کی تعریف کر رہا تھا۔ لیکن جونہی کالوں نے پولیس کے خلاف احتجاج کیا تو اس نے کہا کہ گولیاں برسا

> **سوویت یونین کے مقابلے میں امریکہ ایک پختہ بنیادوں والا ملک ہے لہٰذا وہ گرتے گرتے وقت لے گا لیکن بالآخر اس کے بھی حصے بخرے ہو جائیں گے۔**

دو۔ پھر اس نے ان کے خلاف فوج اور نیشنل گارڈز تعینات کرنے کی دھمکی بھی دی۔ اس کی ایماء پر سیاہ فام احتجاجی مظاہرین پر ربڑ کی گولیاں برسائی گئیں، مرچوں والا سپرے استعمال کیا گیا، آنسو گیس کا بے دریغ استعمال کیا گیا۔ یہ سب کچھ سی این این نے باقاعدہ لائیو دکھایا۔ معاملہ یہاں تک ہی نہیں رکا بلکہ صدر ٹرمپ نے امریکہ میں نسلی امتیاز کے خلاف کام کرنے والی دو تنظیم بلیک لائیوز میٹر اور Antifa (اینٹیفا) کو بھی ''ڈومیسٹک دہشت گرد'' قرار دینے کا اشارہ دے دیا۔ جس کا مطلب ہے کہ ان تنظیم کے خلاف بھی اسی طرح کی کارروائی کی جائے گی جس طرح باقی ممالک میں دہشت گردوں کے خلاف کی جاتی ہے۔ ایک ایسا ملک جو خود کو مہذب کہتا ہے اس کا صدر اپنے ملک کی اقلیت کے ساتھ امتیازی سلوک کر رہا ہے۔ میرے رائے میں صدر ٹرمپ اس طرح کے اقدامات کے ذریعے اپنے ملک میں خانہ جنگی لے کر آ رہا ہے۔ اسی لیے وہ جنگی ماحول کی باتیں کر رہا ہے۔ گلوبل ایجنڈے کو سامنے رکھیں تو اس وقت امریکہ، فرانس، ہنگری، اسرائیل، انڈیا، میانمار وغیرہ میں فاشسٹ قسم کے لوگوں کی حکومتیں قائم ہیں کیونکہ گلوبل ڈیپ سٹیٹ کا ایجنڈہ ہے کہ پوری دنیا کے ممالک میں فاشسٹ نظریہ کے حامل لوگوں کو مسلط کر دیا جائے۔ اس طرح دنیا میں سفید فام، صہیونی اور انتہا پسند ہندو مل کر ایک ایسا ٹرائیکا کی صورت اختیار کر جائیں گے جو پوری دنیا کو اپنے نیچے لگا لیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: امریکہ میں تو ایک پولیس افسر ٹرمپ کو کہتا ہے کہ تم حالات کو خراب کر رہے ہو، تم اپنا منہ بند رکھو۔ کیونکہ وہ سمجھ رہا ہے کہ ٹرمپ کی بکواس حالات کو بگاڑ رہی ہے اور ٹرمپ کا جھکاؤ سفید فاموں کی طرف ہے اور وہ باقاعدہ نسل پرستی کی طرف جا رہا ہے۔

سوال: دنیا بھر میں سیاہ فاموں کے حق میں ہونے والے مظاہروں کی وجہ سے سپر پاور امریکہ کی ساکھ اور اس کی عالمی حیثیت کو بہت بڑا دھچکا نہیں لگا؟

ایوب بیگ مرزا: اگر ہم انسانی تاریخ پر غور کریں تو شروع میں ہمیں محسوس ہوگا کہ دولت اور اختیار جس کے پاس ہے اس کی پوزیشن بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امریکہ کے پاس دولت اور طاقت دونوں ہیں۔ لیکن اگر ہم داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر دیکھیں تو امریکہ کی ساکھ کو زبردست قسم کے دھچکے لگے ہیں۔ مثال کے طور پر کرونا کے معاملے میں وہ ایک پسماندہ ملک کی طرح بے بس نظر آیا ہے۔ حالانکہ ٹیکنالوجی کے لحاظ سے وہ سب سے ٹاپ پر ہے۔ اسی طرح مظاہروں کے معاملے میں اس کی حکمت عملی بری طرح ناکام ہوئی ہے اور امریکی عوام میں یہی تاثر اُبھرا ہے کہ ان کی حکومت غلط روش پر ہے اور اس کا رویہ بھی غلط ہے۔ اسی لیے عوام سڑکوں پر نکل آئے ہیں اور اسی وجہ سے اتنی ریاستوں میں کرفیو نافذ کرنا پڑا ہے۔ اسی طرح خارجی سطح پر بھی افغانستان میں اس کو بہت بڑا دھچکا لگا ہے۔ اس سے پہلے عراق میں بھی اس کی ساکھ متاثر ہوئی ہے۔ ویت نام میں بھی وہ مار کھا چکا ہے۔ ان تمام واقعات کے بعد اس کی ساکھ بُری طرح متاثر ہوئی ہے اور میری پیشین گوئی یہ ہے کہ اس کی ساکھ مزید خراب ہوتی چلی جائے گی۔ چاہے فرد ہو یا ملک عروج اور زوال آہستہ آہستہ آتے ہیں۔ زوال آغاز میں آہستہ آتا ہے لیکن بعد میں جب کمزوری پیدا ہو جائے تو اس زوال میں تیزی آجاتی ہے۔ ابھی امریکہ کے زوال میں آہستگی ہے لیکن اس میں بہت جلد تیزی آنے والی ہے اور ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ امریکہ ہر لحاظ سے زوال پذیر ملک ہے۔

سوال: سوویت یونین کی طرح کیا امریکہ بھی اپنی غلط پالیسیوں کے باعث ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا؟

رضاء الحق: سوویت یونین کی تاریخ کو دیکھیں تو اس کے آغاز اور اختتام میں ستر سے اسی سال لگے ہیں۔ اب اس کا وجود نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ اب روس ہے۔ سوویت یونین کارل مارکس اور اینگل وغیرہ کے غیر فطری

نظریات کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ لیکن اس کی تاریخ بہت مختصر ہے کیونکہ وہ ستر سال میں ہی ختم ہو گیا۔ جبکہ امریکہ کی تاریخ خاصی طویل ہے۔ پہلے اس کا پیشرو برطانیہ تھا اور وہ بھی سفید فام سپرمیسی کی بنیاد پر حکومت چلا رہا تھا۔ یعنی ان کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات میں یہ عنصر ہمیشہ شامل رہا ہے۔ گویا موجودہ امریکہ برطانوی سامراج کا ہی ایک تسلسل ہے۔ 1784ء میں جب امریکہ آزاد ہوا تو اس وقت سے لے کر آج تک تقریباً اڑھائی سو سال اس کو سپر پاور بننے میں لگے ہیں۔ اسی طرح اس کے زوال میں بھی کچھ وقت لگے گا۔ لیکن کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ امریکہ کے عروج اور سپرمیسی کے پیچھے صہیونی ہاتھ تھا جو اب زیادہ دیر اس کی پشت پر نہیں رہے گا۔ اگر وہ ہاتھ کھینچ لیا گیا اور کچھ امریکہ نے خود بھی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا شروع کر دی تو پھر بھی اس کے حصے بخرے ہوتے ہوئے کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن اتنی جلدی اس کے حصے بخرے نہیں ہوں گے جتنی جلدی سوویت یونین بکھر گیا تھا۔

سوال: امریکہ پاکستان سمیت دنیا بھر کے ممالک کو انسانی آزادی اور بنیادی حقوق کو تلف کرنے کا الزام دیتا ہے۔ کیا اس قسم کے واقعات یہ ثابت نہیں کرتے کہ خود امریکہ اس حوالے سے مجرم ہے۔ علاوہ ازیں انسانی حقوق کی دنیا بھر کی تنظیمیں امریکہ میں رونما ہونے والے ان واقعات کا نوٹس کیوں نہیں لیتیں؟

ایوب بیگ مرزا: اردو کا ایک محاورہ ہے: دوسروں کو نصیحت خود میاں فضیحت! امریکہ کا یہ معاملہ شروع سے رہا ہے۔ اس نے کبھی اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالا بلکہ اس نے ہمیشہ دوسروں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ جس کے پاس طاقت اور اختیار ہو وہ ہمیشہ من مانی کرتا ہے۔ امریکہ طاقت اور دولت کی وجہ سے ایک قوت رکھتا ہے اور تمام انسانی حقوق کی تنظیمیں اس کی جیب میں ہیں۔ وہ جب چاہتا ہے ان سے جو چاہتا ہے کہلوا دیتا ہے۔ ان تنظیموں کو فنڈز، تنخواہیں اور اخراجات کے لیے رقوم امریکہ ہی سے آتی ہیں۔ امریکہ کے بل بوتے پر ہی ایسی تنظیمیں اور ان کے دفاتر چل رہے ہیں تو وہ کیسے امریکہ کے خلاف زبان کھول سکتی ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ: ''منہ کھائے تے آنکھ شرمائے''۔ انسان جس کا کھاتا ہے اس کے خلاف بات کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے امریکہ میں کچھ بھی ہو جائے نہ وہ خود مانے گا اور نہ یہ تنظیمیں اس کے خلاف بولیں گی بلکہ اُلٹا امریکہ دوسروں میں کیڑے نکالے گا کہ فلاں ملک میں یہ ہو رہا ہے۔ فلاں میں وہ ہو رہا ہے۔ حالانکہ اسے اپنے ملک میں دیکھنا چاہیے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج کی جدید دنیا میں اس طرح کا کوئی واقعہ کسی مہذب ملک میں ہو سکتا ہے جس طرح امریکہ میں سیاہ فاموں کو ریاستی سطح پر بے دردی سے قتل کیا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود امریکہ خود کو مہذب کہتا ہے اور دوسروں کو غیر مہذب کہتا ہے۔ بہر حال وہ اپنی طاقت اور دولت کے بل بوتے پر من مانیاں کر رہا ہے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ دنیا میں جتنی بھی طاقتوں کو زوال آیا ہے ان میں پہلے اخلاقی زوال آیا ہے اور حالیہ واقعہ بھی امریکہ کے اخلاقی زوال کی نشانی ہے۔ یہ زوال اور آگے بڑھے گا اور بالآخر امریکہ مکمل طور پر زوال پذیر ہو جائے گا۔ لیکن چونکہ سوویت یونین کے مقابلے میں امریکہ پختہ بنیادوں والا ملک ہے لہٰذا وہ گرتے گرتے وقت لے گا۔

سوال: کیا دنیا میں کوئی ایسا نظام ہے جو تعصب سے بالاتر ہو؟

رضاء الحق: اس کا روایتی جواب تو یہی ہے کہ ایسا نظام اسلام ہے اور اس کی تفصیلات ہم دے سکتے ہیں لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ موجودہ نظاموں کا موازنہ کر لیا جائے۔ ہمیں معلوم ہے کہ دنیا میں بادشاہت، کیپیٹلزم، کمیونزم، سیکولرازم سمیت بے شمار نظام رائج رہے ہیں اور ان میں سے کچھ ابھی تک بھی چل رہے ہیں۔ ان سب میں تعصب کہیں نہ کہیں موجود رہا ہے۔ حتیٰ کہ جو ممالک اپنے آپ کو مذہبی ممالک کہتے ہیں بالخصوص اسرائیل جو اپنے آپ کو جیوش نیشن سٹیٹ کہتا ہے، وہاں بھی آپ کو تعصب نظر آئے گا۔ اس وقت دجالیت نے ساری دنیا کے اوپر ایک پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اس کا آپ کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی سسٹم کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ موجودہ کوئی نظام بھی ایسا نہیں ہے کہ جس نے لوگوں کو مساوات، عدل وغیرہ کچھ بھی دیا ہو۔ البتہ میں ایک مشورہ دے سکتا ہوں جو سیاہ فام امریکیوں اور افریقیوں اور مسلمانوں کے لیے ہے کہ جب امریکہ مسلمانوں پر حملے کر رہا تھا تو سیاہ فاموں نے آواز نہیں اُٹھائی۔ حالانکہ وہ بھی ایک ظلم تھا اور اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے تھی۔ اسی طرح اس وقت سیاہ فام امریکیوں پر ظلم ہو رہا ہے تو مسلمانوں نے بہت کم آواز اُٹھائی ہے۔ حالانکہ اسلام یہی کہتا ہے کہ مظلوم کا ساتھ دینا چاہیے۔ اس وقت ہم سب کا مشترکہ دشمن سفید سامراج اور صہیونی لابی ہے۔ وہی اس سارے ظلم کے پیچھے ہوتے ہیں چاہے وہ مسلمانوں پر ہو رہا ہو یا سیاہ فاموں پر ہو۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو کر اس ظلم و ناانصافی کے خلاف آواز اُٹھائیں۔ خاص طور پر مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہیے کہ ان کا دین ہی دنیا میں عدل و انصاف لا سکتا ہے کیونکہ وہ مساوات کے اعلیٰ اصولوں پر مبنی ہے۔ لیکن مسلمانوں سے یہ پیغام دنیا تک پہنچانے میں اس وقت کوتاہی ہو رہی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: انسان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ معاشرتی حیوان ہے۔ یعنی کوئی انسان اکیلا زندگی بسر نہیں کر سکتا، ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے۔ طاقتور ترین اور امیر ترین بھی دوسرے انسانوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر کہیں کوئی سرمایہ دار ہے تو اس کو کاروبار یا اپنی صنعت کے لیے مزدور کی ضرورت ہے۔ حالانکہ سرمایہ دار اور مزدور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یعنی انسان ہر جگہ پہ ایک فریق ہے اور فریقین کبھی منصف نہیں بن سکتے۔ میرا کسی سے جھگڑا ہے تو میں منصف نہیں بن سکتا۔ چونکہ انسان معاشرتی حیوان ہے لہٰذا اس کا کسی نہ کسی کے ساتھ تنازع رہے گا۔ لہٰذا انسان کا بنایا ہوا کوئی بھی نظام عدل کے تقاضوں کو پورا کبھی نہیں کر سکتا۔ نظام بنانے کے لیے کوئی ایسی ہستی ہونی چاہیے جو بالکل غیر جانبدار اور بے نیاز ہو۔ وہ ہستی وہی ہے جس نے اس پوری کائنات کو بنایا ہے اور اس کے نزدیک انسانوں میں رنگ و نسل کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے اس کا کوئی خالق نہیں، وہ سب کا رازق ہے، اس کا کوئی رازق نہیں۔ لہٰذا ایسی ہستی ہی وہ نظام دے سکتی ہے جو تعصب سے بالاتر ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ادیان میں سے اسلام ایک ایسا دین (نظام) ہے جو اللہ پاک نے اپنی مقدس آسمانی کتاب قرآن مجید میں نازل کیا ہے، پھر اللہ نے اپنا ایک نمائندہ (یعنی نبی کریم ﷺ) اس نظام کو عملی شکل دینے کے لیے بھیجا۔ آپ ﷺ نے اللہ کے دیے ہوئے نظام کو نافذ کر کے دکھایا۔ وہی فطری نظام ہے اور چونکہ وہ اللہ کی طرف سے دیا ہوا نظام ہے لہٰذا صرف وہی تعصب سے پاک ہے۔ باقی تمام نظام انسان کے بنائے ہوئے ہیں جو اپنے اپنے مفادات کے تحت بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا انسانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک حقیقی کا بنایا ہوا نظام دنیا میں غالب کریں۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

امریکا مکافاتِ عمل کی زد میں (II)

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

(گزشتہ سے پیوستہ)

آج یہ جو ہمارے محبان امریکا، انگریزی برانڈ سیکولر، امریکی قوم کو سراہنے میں قلابے ملا رہے ہیں زمین آسمان کے، پاکستان میں گورے کی کالی کرتوتوں پر گونگے شیطان بنے رہے۔ امریکی سفارت خانے کی شرابیں اڑاتے رہے۔ آج ایک امریکی کی موت پر ضمیر کی چیخ وپکار سنائی دے رہی ہے؟ پوری مسلم دنیا کی گردن دبوچنے والی امریکی فوج کو دیسی غلام سلامیاں پیش کرتے رہے۔ شام کھنڈر بن گیا۔ بچوں کی قطار اندر قطار لاشوں کے مناظر فلسطین شام میں عالمی میڈیا پوری ڈھٹائی سے دکھاتا بھی رہا، کوئی آنکھ نم نہ ہوئی! قاتل پولیس والوں کے لیے مکافات عمل کا ایک امکان یہ ابھی باقی ہے کہ فلوئیڈ پوسٹ مارٹم میں کورونا پوزٹیو تھا! پولیس والے کے گھٹنے پر کورونا چڑھ گیا تو ایک سزا تو لاگو ہو جائے گی۔

آج کی سپر پاور امریکا کے اجزائے ترکیبی، اس کی تاریخ جاننی ضروری ہے۔ اگرچہ دو دہائیوں میں اس کا نقاب اتر چکا ہے اور تلخ حقائق بھرے سارے مناظر ہر سطح پر سامنے آرہے ہیں۔ دجل، فریب، ملمع سازی پر مبنی پُرشکوہ اصطلاحات کا تکلف ٹرمپ کی صدارت تک پہنچتے برطرف کیا جا چکا ہے۔ سود، جوئے، استحصال، خوشحالی، جمہوریت، آزادی، عدل وانصاف کی حقیقت، حقوق انسانی، حقوق نسواں کے نام پر دھوکا، فنون لطیفہ کی کثافت، قانون کی اڑتی دھجیاں عالمی سطح پر۔ سبھی راز ہائے دروں خانہ عیاں ہو چکے۔ ظلم وجور، خون آشامی کھل کر سامنے آ گئی۔ جن افکار وخیالات کو سیکولرازم کی سان چڑھا کر ہمارے میڈیا نے بھی تسلسل سے قوم کے دماغوں میں انڈیلا۔ جن کی برتری، بالاتری، عصمت وتقدس میں شبہ کرنا بھی انتہاپسندی گردانا گیا۔ ایک ایک کر کے سبھی حقائق طشت از بام ہو رہے ہیں۔

1492ء جہاں یورپ میں مسلم اسپین کی کہانی ختم ہوئی۔ ایک زریں عہد تمام ہوا، وہیں سے کولمبس نے نئی دنیا دریافت کی، اسپینی ملکہ ازابیلا کے حکم پر۔ اطالوی جان کیبٹ بھی شمالی امریکا کے ساحل پر جا اترا۔ سمندر پار برطانوی سلطنت، اسپین ودیگر یورپی ممالک کے براعظم امریکا پر پنجے گاڑنے اور اپنا اپنا حصہ اس کے طول وعرض سے بٹورنے، خونخوار جبری تسلط قائم کرنے کے ایک عہد کا آغاز ہوا۔ امریکا کی مقامی آبادیوں پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی۔ کولمبس کی آمد کے ڈیڑھ سو سال کے اندر براعظم امریکا کی آبادی 80 فیصد کم ہو گئی۔ 1482ء میں 50 ملین (5 کروڑ) تھی۔ 1650ء میں 80 لاکھ رہ گئی۔ آبادی کا صفایا پھرنے میں جنگیں، تشدد، جبری مشقت اور بیماریوں کی یلغار تھی جو یورپی اپنے ساتھ لائے۔ مقامی آبادی کھلی صاف ستھری فضا اور کشادہ اجلے ماحول کی عادی تھی۔ یورپی اپنے ہاں تنگ حال، ٹھسے ہوئے، کتوں مویشیوں، گھوڑوں، مرغیوں کے ساتھ رہائش کے عادی تھے۔ ہمہ نوع جراثیم کے بیچ رہتے بستے قوت مدافعت عادی تھی۔ امریکا کی مقامی آبادی میں (گندگیوں کے پروردہ) یورپیوں کے ذریعے وبائیں آن اتریں۔ چیچک، خناق، خسرہ، ٹائی فائیڈ، فلو نے مقامی آبادی موت کے بھینٹ چڑھا دی۔ تاآنکہ یہ 20 فیصد رہ گئی اور اب تو امریکا میں مقامی آبادی چڑیا گھر کے برابر بتائی جاتی ہے۔ اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر! ان کے اسباب ووسائل، علاقائی تسلط اب گویا گوروں کی چراگاہ تھی۔ حالانکہ یہ ریڈ انڈین مقامی آبادی اصلاً یورپ سے زیادہ تھی! (آج امریکا کورونا کی وبا میں موت کے گھاٹ اتر رہا ہے۔)

امریکا کے اجزائے ترکیبی میں مقامی آبادی کم ہوتی چلی گئی۔ دوسرے نمبر پر آبادکاروں کا بڑا حصہ وہ تھا جو برٹش ایمپائر نے اپنے ہاں سے مجرموں اور ناپسندیدہ عناصر کو ملک بدر کر کے امریکا بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا۔ سیاسی، جنگی قیدی بھی بھیجے گئے۔ بہت بڑی تعداد چور اچکوں، قاتلوں، بدمعاشوں کی تھی۔ برطانوی معاشرے کو جرائم اور انتشار سے پاک اور پُرامن رکھنے کو امریکا گویا ایک کچرا کنڈی بن گیا۔ ایک لاکھ 20 ہزار سزا یافتہ بھیجے گئے جن سے امریکا کی تخم ریزی ہوئی! (اسی کھیت کی پیداوار آج دنیا بھگت رہی ہے۔) یہاں تک کہ پھر ان برطانوی کالونیوں نے شور مچایا کہ یہ مجرم ہم اب قبول نہیں کریں گے تو سلسلہ رکا۔ یہ چونکہ سفید فام تھے، اس لیے اگرچہ یہ بھی بیچے خریدے گئے۔ (20 پاؤنڈ کا مرد، 9 پاؤنڈ میں عورت) تاہم یہ غلام نہیں، ملازم اور خادم گردانے گئے۔ نرم مہربان غلامی تھی سیاہ فام غلاموں کے تقابل میں۔ یہ کاروبار بن گیا۔ تاجر آ گئے۔ عورتیں گھروں میں ملازمہ۔ مرد تمباکو کی کاشت پر۔ سزا کی مدت کاٹ کر یہ آزاد ہو جاتے۔ اکثر واپس یورپ جانے کے وسائل نہ ہونے کی بنا پر یہیں رہ بس جاتے۔ گورے ہونے کی بنا پر ضم ہو جاتے۔ 1610ء سے 1776ء تک ایسوں کا آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ نئی آبادکاری کے لیے مزدور، کارکن بھی فراہم کرتے۔ جسمانی طور پر مضبوط افراد کو بھیجا جاتا، تاکہ خدمات انجام دے سکیں۔ بوقت ضرورت جنگیں بھی لڑ سکیں۔ کئی یورپی ممالک سے آمد جاری رہی۔ یوں امریکا فی نفسہٖ بنا ہی نقل مکانی کی بنیاد پر ہے۔ 1870 تا 1900ء سب سے بڑی نقل مکانی ہوئی اور 60 ملین یورپی امریکا آئے۔ (ایسی ہی کہانی آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور جنوبی افریقہ کی ہے۔) یورپ زمین کی قلت کا شکار ہے۔ موسمی ناسازگاری بھی ہے۔ امریکا، ہندوستان ودیگر نوآبادیاں ان کی جولان گاہ بنیں۔ آج سرمایہ دارانہ نظام کے تحت پوری دنیا کی دولت ووسائل سمٹ کر ان چند سفید فام فراعنہ اور غلام دنیا کے قارونوں کی مٹھی میں ہے۔ گھٹنا 80 فیصد رنگ دار دنیا کی گردن پر ہے! یہ حقائق ہیں اور ہمارے سیکولر اور ڈسکور سیے ان کی محبت اور ہیبت میں مبتلا!

چوتھی قسط:

امریکا میں سب سے تکلیف دہ اور شرمناک تاریخ افریقہ سے غلاموں کی تجارت کی ہے۔ سفید فام قومیں، جو رنگ دار نسلوں کے مقابل دنیا کا بیس فیصد ہیں، اس مالیخولیا اور زعم میں مبتلا رہیں کہ وہ دنیا کی برتر نسل ہیں اور حکمرانی کا حق رکھتی ہیں۔ سیاہ فام تو گویا انسان سمجھے ہی نہ گئے، مثلاً مقامی ریڈ انڈین آبادی کے لیے برطانیہ میں یہ

بحث ہوتی رہی کہ آیا یہ انسان ہیں اور روح انسانی کے حامل ہیں؟ کیا انہیں عیسائیت کی تبلیغ کی جاسکتی ہے؟ بحری جہازوں میں بھر بھر کر افریقہ سے غلام جن حالات میں زنجیروں میں جکڑ کر لائے گئے۔ خصوصی جہاز بنائے گئے جن میں زیادہ سے زیادہ تعداد ٹھونسی جاسکتی۔ بیماریاں، تشدد، کوڑے راستے میں تو واضح کرتے۔ ہر جہاز کے یہ 15 فیصد راستے میں ہی مرجاتے۔ شدید گرمی، پیاس، کم خوراکی کے ہاتھوں خودکشی بھی کر لیتے۔ 26 فیصد قیدی بچے ہوا کرتے تھے۔ عورت رگیدی جاتی تھی۔ زنجیروں کا سخت لوہا کھال کاٹتا۔ زیادہ بیماری یا بغاوت کی صورت میں سمندر کی موت مقدر بنتی۔ ڈھور ڈنگروں، مویشیوں والا سلوک ان کا مقدر تھا۔ امریکا پہنچنے پر نیلامی ہوتی، بولیاں لگا کر بیچے جاتے۔ بوسٹن کا برائے فروخت کا ایک اشتہار دیکھا جاسکتا ہے۔ '250 بہترین صحت مند نیگرو جو ابھی افریقہ سے غلاموں کے جہاز کے ذریعے آئے ہیں۔ آخری درجے کی احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے کہ کوئی چیچک میں مبتلا نہ ہو۔ (6 مئی 1700ء)

1776ء میں امریکی آزادی کا جو اعلامیہ جاری ہوا جس میں تمام انسانوں کا پیدائشی طور پر برابری کا اظہار کیا گیا تھا، 'جنہیں خالق نے بعض ناقابل تنسیخ حقوق عطا کیے ہیں،' مگر اس کا اطلاق سیاہ فام غلاموں پر نہیں ہوتا تھا۔ ان غلاموں کی افادیت اور بڑھتی پھیلتی ضرورت کے تحت جانوروں کی طرح جبری افزائش نسل کی گئی، حلال وحرام، خیر وشر روند کر، کیوں کہ غلام مال تجارت تھے، چنانچہ 1860ء میں ان کی آبادی مقامی طور پر 6 لاکھ سے بڑھ کر 40 لاکھ ہوگئی تھی۔

المیہ یہ ہے کہ غلاموں کی تقریباً 30 تا 40 فیصد تعداد مسلمان تھی، جنہیں اپنے مذہب کے لیے شدید دشمنی اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا۔ بہت سے جبراً عیسائی بھی بنائے گئے۔ ان پڑھے لکھے جبری غلام مسلمانوں کے ہاتھ کے لکھے خطوط، ڈائریاں یادداشتیں محفوظ ہیں (عربی میں) مسلم عربی نام ملتے ہیں۔ عمر بن سعید کی خودنوشت، جو سینیگال سے 37 سال کی عمر میں (1807ء میں) اس رو میں پکڑ لایا گیا۔ رئیس اور ادیب، اس نوجوان کی کہانی لائبریری آف کانگریس میں محفوظ ہے۔ غلاموں کو 'افریقہ سے سیاہ سونے کی تجارت' کا نام دیا گیا۔ اذیت ناک کہانی 26 سالہ افریقی شاہی خاندان (گنی) کے عبدالرحمن ابراہیم بن سوری کی ہے جو مسی سپی فارم کے لیے غلام بنا کر لا بیچا گیا۔ 1788ء میں اغوا ہوا۔ یہ 12.5 ملین غلاموں میں سے ایک تھا جو 1525 تا 1866ء غلامی کے جبر کی شرمناک کہانی کا حصہ بنا۔ پانچ زبانوں پر عبور رکھنے والا، اعلیٰ تعلیم یافتہ مہذب رئیس، کس طرح ان پڑھ گنوار امریکی مالک فوسٹر کے لیے تمباکو اور کاٹن اگاتا رہا! اتنا اعزاز ملا کہ اسے 'پرنس' کہہ کر پکارا جاتا! لامنتہا کہانیاں ہیں۔

(یہی تجارت پرویز مشرف نے کی۔ اپنی کتاب میں فخریہ اعتراف کیا۔ صحابہؓ کی اولاد 5 ہزار ڈالر فی کس امریکا کو بیچے، جو دین ودنیا میں یکتا تھے!) ظلم، جبر، تحقیر، تذلیل، بے حرمتی کی روح گھائل کردینے والی جسمانی، روحانی تہذیبوں سے سیاہ فام امریکی ہوگزرے ہیں۔ جنہیں امریکی گوروں کے نل سے پانی پینے، ان کے ریسٹورنٹوں سے کھانا کھانے (باہر لکھا ہوتا: کتے اور کالے کو اجازت نہیں!) ان کے اسکولوں میں پڑھنے کی 1960ء کے بعد تک بھی ممانعت رہی۔ 1964ء میں سول رائٹ ایکٹ کے تحت یہ اجازت مرحمت ہوئی کہ سیاہ فام بچہ گورے اسکول میں جاسکتا ہے۔ نسلی امتیاز کا قدم قدم زہر افریقی میں کیسے اترتا تھا اوباما سے پوچھیے! صدر اوباما نے کہا: 'شاید ہی کوئی افریقی امریکن ہو اس ملک میں جو اسٹور میں شاپنگ کرے اور اس کا (چور سمجھ کر) پیچھا نہ کیا جائے۔ میں اس میں شامل ہوں۔ کم ہی ایسا ہوا کہ افریقی امریکن سڑک پر جارہا ہو اور فوراً گاڑیوں کے دروازے لاک ہونے کی آواز نہ آئے۔ اور میں اس میں شامل ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ افریقی امریکن لفٹ میں قدم رکھے اور عورت اپنا پرس گھبرا کر سختی سے نہ پکڑ لے اور سانس روک کر جلدی سے اتر نہ جائے اور میں اس میں شامل ہوں۔' ان کا قتل آسان ترین ہے۔ تقریباً ایک ہزار افریقی امریکن سالانہ مارے جاتے ہیں نہتے۔ وقتی غبار اٹھتا ہے۔ انصاف نہیں ملتا! آج انہیں سیاہ فام حقوق کا سورما میلکم ایکس یاد آرہا ہے۔

پہلی دوسری جنگ عظیم کی سفاکی، ایٹم بم کا مجرمانہ، بے رحمانہ استعمال، حالیہ جنگوں میں مذکورہ اجتماعی قبروں میں نیم جان اور مردہ اجساد کا پھینکا جانا، ابوغریب، گوانتاناموبے کے واقعات، انگلیاں کاٹ کر محفوظ کرنا۔ اس مردہ ضمیری کی جڑیں امریکا اور اس کے یورپی آبادکاروں کے غلاموں سے سلوک میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہیں۔ مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی۔ امریکا کا سیاہ فام اپنے سینے میں غم وغصے، نفرت اور انتقام کے جو جذبات چھپائے بیٹھا ہے، جو اس وقت بھی ان کے مظاہروں، مضامین، بیانات سے جھلکتا ہے، اس کا پس منظر دیکھیے۔ ہماری اپنی غلامانہ ذہنیت کا المیہ یہ ہے کہ مغرب سے مرعوبیت ابلاغی ذرائع، سفرناموں، ظاہری چکاچوند کے ذریعے ہماری نفسیات میں اتاری گئی ہے۔ ان کی تاریخ کا سرسری مطالعہ بھی آپ کے رونگٹے کھڑے کردینے کو کافی ہے جس سے ہمارا گزر نہیں ہوتا۔ غلامی کے باب کا ایک حصہ پڑھ لیجیے، وہ ان اقوام کی نفسیات سمجھانے کو کافی ہے۔ اس کی روشنی میں امریکی، نیٹو، اتحادی افواج کی کارگزاریاں بخوبی سمجھ میں آجائیں گی۔

غلاموں کو زیر اور مطیع کرنے کے لیے تشدد کے بہت سے حربے استعمال کیے جاتے۔ فرار ہونے کی کوشش کرنے والوں پر خونخوار شکاری کتوں کا چھوڑا جانا تو معمول تھا۔ ایک خاص حربہ Lynching یعنی ہجوم کے ہاتھوں تشدد سے ہلاک کرنے کا رائج تھا۔ 1877 تا 1950ء تک ایسے 4384 واقعات ریکارڈ پر ہیں۔ گارڈین، لندن نے 26 اپریل 2018ء کی رپورٹ میں یہ تفاصیل دی ہیں جو الاباما (امریکا) میں لنچنگ کا نشانہ بننے والوں کی یادگار کے افتتاح کے موقع پر شائع کی ہیں۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆ کراچی ڈی ایچ اے میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، ویل ایجوکیٹڈ، صوم صلوٰۃ اور پردہ کی پابند، طلاق یافتہ کے لیے دینی مزاج کے حامل کاروباری لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ کراچی، لاہور کے رہائشی قابل ترجیح۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4191600

☆ کراچی ڈی ایچ اے میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، تعلیم بی اے، ذاتی کاروبار (پولٹری) کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ کراچی، لاہور کی رہائشی قابل ترجیح۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4191600

ہٹلر کے ناقابلِ معافی اقدامات

اوریا مقبول جان

جدید مغربی تہذیب اور سودی معیشت کے آج تک کے قابل نفرت افراد میں سے ہٹلر کا نام سرفہرست ہے۔ گزشتہ سو سالوں میں کسی ایک فرد اس کے نظریے اور پارٹی کو اس قدر شدید نفرت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ہٹلر نے یہودیوں کے خلاف جو اقدامات اٹھائے ان کے لیے باقاعدہ ایک اصطلاح ہولوکاسٹ (Holocaust) تخلیق کی گئی۔ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ایک ایسی تباہی یا قتل عام جو پوری آبادی کی سطح پر کیا جائے' آج یہ اصطلاح صرف اور صرف ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں کے قتل عام کے لیے مخصوص کردی گئی ہے۔ امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن میں اس نام سے ایک بہت بڑا میوزیم قائم ہے' جس میں ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں پر جو مظالم ڈھائے گئے' ان کی تصاویر اور دیگر نوادرات کو جمع کیا گیا ہے۔ جس کسی کو ظالم اور نظریاتی طور پر سخت گیر کہنا ہو اسے فاشسٹ کہا جاتا ہے اور جس گروہ کو مطعون اور ملعون ٹھہرانا ہو اسے نازی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ہولوکاسٹ کے بارے میں جنگ عظیم دوم کے بعد جو کچھ دنیا کو بتایا گیا اور یہودیوں پر جو ظلم کی داستانیں بیان کی گئیں' لکھی گئیں یا فلمائی گئیں انہیں حرفِ آخر تصور کیا جاتا ہے اور آج امریکہ' کینیڈا کے علاوہ یورپ کے تمام ممالک میں ہولوکاسٹ پر بات کرنا' اس کے بارے میں ازسرنو تحقیق کرنا یا اس کی حقیقت کا کھوج لگانا' سب کے سب قابل تعزیر جرائم ہیں' جن کی باقاعدہ سزائیں مقرر ہیں' مقصد صرف ایک ہے کہ کہیں ازسرنو تحقیق کے نتیجے میں ہٹلر کی کوئی خوبی یا نیک نامی سامنے نہ آجائے یا پھر کہیں اس حقیقت سے پردہ نہ اٹھ جائے کہ ہٹلر نے تو اتنے مظالم نہیں کئے تھے اور یہ محض ایک یہودی پراپیگنڈا ہے۔ اس قدر نفرت اور اس نفرت کے تحفظ کے لیے قانون سازی ہٹلر کے سوا کسی اور شخصیت کے حصے میں نہیں آئی۔

ہٹلر کے ناقابل معافی جرائم کون سے ہیں؟ اگر صرف یہودیوں کا قتل عام ہی اس کی فرد جرم ہے تو یہ جرم تو دو ہزار سالہ تاریخ میں بار بار ہوا اور ہٹلر سے کہیں زیادہ شدت سے ہوا۔ کوزاکوں نے اپنے ظالم رہنما بورس کوزاک کی سربراہی میں جب 1648ء میں پولینڈ اور یوکرین پر قبضہ کیا تو تین سو یہودی آبادیوں کو انتہائی ظلم اور بربریت سے تہہ تیغ کیا۔ یہودیوں کو رائفلیں پکڑا کر ایک دوسرے پر فائر کروایا گیا۔ لاکھوں عورتیں اور بچے جو باقی رہ گئے تھے' ایک بہت بڑی قبر ہر آبادی میں کھودی گئی اور اس میں ان کو زندہ دفن کر دیا گیا۔ اسی طرح جب مسلم سپین پر 1492ء میں فرڈیننڈ اور ازابیلا نے قبضہ کیا تو ان پر تشدد کی سیاہ رات چھا گئی' جو ستر ہزار یہودی خوف سے عیسائی ہو گئے۔ انہیں روزانہ زبردستی سور کا گوشت کھانے اور ہفتے کے دن کاروبار کرنے کے لیے کہا گیا۔ سپین پر ڈھائے گئے ان مظالم کے پیچھے یورپ میں یہودیوں سے نفرت کی ایک تاریخ تھی۔ جلاوطنیوں کے سلسلے میں یہودی 1421ء میں ویانا اور لنز سے نکالے گئے۔ 1424ء میں کولون سے' 1439ء میں آگسبرگ سے' 1442ء میں باویریا سے اور 1454ء میں موراویا سے انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی طرح 1485ء میں پیروگیا' 1486ء میں ویسی نزا' 1488ء میں پارما' 1489ء میں میلان اور لوکا' اور 1494ء میں ٹسکنی جیسے بڑے شہروں سے انہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ در بدر کر دیا گیا۔ ان تمام علاقوں کے حکمرانوں' ظالموں اور یہودیوں کا بدترین اور انسانیت سوز قتل عام کرنے والوں کو کبھی اس قدر قابل نفرت بھی نہیں سمجھا گیا کہ ان کے نام ہی تاریخ میں نفرت کے طور پر محفوظ کر لیے جاتے۔ لیکن ہٹلر آج تک نفرت کی علامت ہے' اس کا نظریہ اور اس کی پارٹی بدترین تاریخی تعصب کا مسلسل شکار ہے۔

ہٹلر دراصل تاریخ انسانی کے اس موڑ پر نمودار ہوا جب جنگ عظیم اوّل میں اتحادی افواج نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی تھی' جس کے نتیجے میں اس دنیا میں ایک عظیم منصوبے کے تحت سودی' دجالی مغربی تہذیب کا جنم ہو رہا تھا۔ قومی ریاستیں' پاسپورٹ' ویزا ریگولیشن' جمہوریت' بنک' کاغذی کرنسی' تحریک نسواں' فیشن اور فحاشی اور ایسے بے شمار تصورات عملی شکل اختیار کر رہے تھے۔ یہ تمام تصورات صرف پندرہ سال کے عرصے میں یورپ اور امریکہ میں اپنی عملی تصویر معاشرے میں نافذ کر چکے تھے۔ ایسے میں 30 جنوری 1933ء کو شکست خوردہ جرمنی کے شہر برلن میں اوڈلف ہٹلر نے چانسلر کا حلف اٹھایا۔ برلن شہر اس وقت اس نئی جنم لینے والی مغربی تہذیب کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔ اسے 20ء کی دہائی سے دنیا کا جنسی مرکز (sex Capital) کہا جاتا تھا۔ ہزاروں طوائفوں کے اڈے تھے جن میں لاکھوں طوائفیں تھیں' جوئے خانے' ہم جنس پرستی کے ٹھکانے' غرض ایسا سب کچھ وہاں موجود تھا جو جنسی آزادی کے نام پر طلب کیا جا سکتا ہے۔ ہٹلر کا پہلا سب سے بڑا تاریخی جرم یہ تھا کہ اس نے اس فحاشی و عریانی کے گڑھ برلن کو پاک صاف کرنے کا اعلان کیا۔ اس نے کہا کہ یہ لاکھوں طوائفیں جرمنی کی تباہی کا راستہ ہیں۔ ان کے ذریعے لوگوں میں آتشک اور سوزاک جیسی امراض پھیلتی ہیں' جنہیں ہٹلر ''جنسی طاعون'' کا نام دیتا تھا۔ برلن کے اس جنسی بازار اور جوئے کے مراکز کا سارا کاروبار یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ہٹلر نے اقتدار سنبھالتے ہی پہلا قانون یہ جاری کیا کہ فحش فلموں' جسم فروشی' ہم جنس پرستی' کسینو اور اس سے منسلک ہر قسم کے کاروبار پر پابندی ہوگی۔ اس کے نازی سپاہیوں نے ان کی آن میں برلن شہر کو اس گندگی اور غلاظت سے پاک کر دیا۔

ہٹلر کا دوسرا جرم زیادہ ناقابل معافی تھا۔ اس نے جب اقتدار سنبھالا تو دنیا کساد بازاری کے عالمی بحران سے گزر رہی تھی۔ تمام معیشتیں ڈوب چکی تھیں۔ حالت یہ تھی کہ آدمی گھر سے ڈبل روٹی لینے نکلتا تو دکان تک پہنچتے پہنچتے اس کی قیمت اتنی بڑھ چکی ہوتی کہ اسے مزید پیسے لینے کے لیے گھر جانا پڑتا۔ جرمنی میں سود کا کاروبار عروج پر تھا جسے یہودی کنٹرول کرتے تھے۔ یہ خود ایک دوسرے کو سود کے بغیر قرض دیتے لیکن باقی لوگوں کا سود کے ذریعے خون چوستے اور یوں انہوں نے جرمنی کی معیشت کو تباہ کر کے رکھ دیا تھا اور انہوں نے پوری معیشت پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ہٹلر نے فوراً سود پر پابندی لگا دی۔ دنیا اس وقت معاشی تباہی اور بربادی کا منظر پیش کر رہی تھی مگر سود پر پابندی نے جرمن معیشت کو اس قدر مضبوط کیا کہ صرف چھ سال بعد جرمنی کی معیشت دنیا کی سب سے کامیاب اور مضبوط معیشت بن چکی تھی۔ اسے دنیا آج بھی معاشی معجزے کے طور پر جانتی ہے۔ یوں ہٹلر اس نتیجے پر پہنچا کہ یہودیوں نے جرمن قوم کی اخلاقیات اور معیشت دونوں کو منصوبہ بندی سے تباہ کیا ہے۔ سود کے بغیر جب جرمن معیشت دنیا کے سامنے ایک مثال بن کر ابھری تو اسے روکنے کے لیے صرف چھ ماہ بعد 1939ء میں دوسری جنگ عظیم جرمنی پر مسلط کر دی گئی جس کی کوکھ سے سات کروڑ لاشوں کے ڈھیر پر ورلڈ بنک' آئی ایم ایف کی سودی معیشت اور فحاشی و عریانی اور جنسی بازار کی عمارت دوبارہ تعمیر کی گئی۔ (بشکریہ روزنامہ ''92'')

انتباہ!

رشید عمر، فیصل آباد

''اے نبی (ﷺ) اگر وہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے قوم نوح عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اہل مدین بھی جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔ ان سب منکرین حق کو میں نے پہلے مہلت دی پھر پکڑ لیا۔ دیکھ لو میری پکڑ کیسی تھی۔'' (الحج 42 تا 44)

قوم نوح، عاد، ثمود اور قوم ابراہیم کے کفر اور شرک کو اللہ تعالیٰ نے برداشت نہیں کیا۔ قوم لوط کی جنسی بے راہ روی، قوم شعیب کی مالی ناانصافی اور فرعون کے سیاسی ظلم کو اللہ تعالیٰ نے برداشت نہیں کیا۔ ان سب کو ملیا میٹ کر دیا۔ ایسے ہی جرائم کی مرتکب اقوام کو اللہ نے آج اپنے عذاب میں جکڑ لیا ہے:

﴿وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ﴾ (الحج:21)

''اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہیں!''

کرونا وائرس کی کیلوں والے گولے کی شکل اور گرز کے بھاری کیلوں والے گول سرے میں ایک طرح کی مشابہت نظر آتی ہے۔ اس سے بھاگنے والوں کو بھاگنے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔

''اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب بھی گھبرا کر جہنم سے بھاگنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزا۔'' (الحج:22،21)

اور انہیں کہا جائے گا ''اب بند کرو اپنی فریاد و فغاں، ہماری طرف سے کوئی مدد نہیں ملنی۔ میری آیات پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے۔'' (المؤمنون 65 تا 66) اپنے گھمنڈ میں اس کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے۔ یہ حالات آخرت میں پیش آئیں گے لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس کا ایک منظر یاد دہانی کے لیے دکھا رہا ہے۔

جب اللہ کا عذاب آ جائے تو بچنے کے لیے اس کے سامنے گریہ زاری کرتے ہوئے توبہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رہتا۔

﴿وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ﴾ (المؤمنون:76)

''اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تو بھی انہوں نے اپنے رب کے آگے عاجزی نہ کی اور وہ عاجزی کرتے ہی نہیں۔''

اس وقت اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے ان اقوام کے خلاف طبلِ جنگ بج چکا ہے جو کہتے ہیں اللہ نے کسی کو بیٹا بنا لیا ہے۔ سورہ کہف کی پہلی آٹھ آیات کا مفہوم نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ یہ مضمون ایمان ویقین کے ساتھ مطالعہ کا تقاضا کرتا ہے اور آنے والے دور کی تصویر کو جس میں اسلام کا غلبہ ہونا ہے کھول کے رکھ دیتا ہے۔ ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے پر (یہ) کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی نہ رکھی۔ (بلکہ) سیدھی (اُتاری) تاکہ (لوگوں کو) عذاب سخت سے جو اس کی طرف سے (آنے والا) ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ ان کے لیے (ان کے کاموں کا) نیک بدلہ (یعنی بہشت) ہے، جس میں وہ ابدالآباد رہیں گے، اور ان لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنا لیا ہے، ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو تھا۔ (یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (کچھ شک نہیں کہ) یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے، (اے پیغمبر ﷺ) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دو گے، جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے، اور جو چیز زمین پر ہے ہم اس کو (نابود کر کے) بنجر میدان کر دیں گے۔'' (الکہف: 1 تا 8)

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اقوام جو اللہ کی طرف بیٹا منسوب کرتی ہیں ان کے حوالے سے قرآن یہ واضح اعلان کر رہا ہے کہ کسی بھی وقت ان کو اللہ کی طرف سے سزا دینے کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ شاید کرونا کی شکل میں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جانچیں لوگوں کو، کون اِن میں اچھا کرتا ہے کام تو ظاہر ہے اسی معاملے میں مسلمانوں کی بھی کانٹ چھانٹ ہوگی۔

مولانا مودودیؒ نے ایک جگہ فرمایا تھا کہ ایک رجسٹر دنیا میں ہے جس میں مسلمانوں کا نام درج ہے اور ایک رجسٹر اللہ کے پاس ہے جس میں مسلمانوں کا نام درج ہے۔ صحیح مسلمان وہ ہے جس کا نام اللہ کے رجسٹر میں درج ہو۔ اگر مسلمان ظاہراً کلمہ گو ہے اور حقیقت میں اعمال کافروں سے مختلف نہیں ہیں تو ظاہراً تو وہ مسلمان ہی کہلائے گا لیکن سوال ضرور اُٹھتا ہے کہ ایسے مسلمانوں سے کافروں سے مختلف سلوک کیسے ہوگا؟ لہٰذا ہوسکتا ہے یہ کرونا اور یہ ٹڈی دل ہمارے لیے بھی انتباہ ہوں کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں اور اس دین کے داعی بن جائیں جس کی اس وقت دنیا کو اشد ضرورت ہے۔

یاد رکھیں جو فرد، گروہ یا قوم اللہ تعالیٰ کے انتباہ کو نظرانداز کر دے اور معصیت میں آگے بڑھتی چلی جائے تو تباہی وبربادی اُس کا مقدر ہوتی ہے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کانٹ چھانٹ کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم بھی حقیقی مسلمان بن کر اِس میں اپنا حصہ ڈالیں۔ اس خطے کی چابیاں امریکہ کے ہاتھوں طالبان کو دلوا دی گئیں ہیں۔ ہماری قیادت کو بہت صائب مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ حرمین شریفین جا کر نہ صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں بلکہ اللہ کے دین کے ساتھ وفاداری کا عہد کر کے آئیں۔ شاید اللہ تعالیٰ برصغیر پاک وہند کو اس وبا کی وجہ سے پہنچنے والی بڑی تباہی سے بچا کے رکھے گا تاکہ غزوۂ ہند کا راستہ ہموار کر کے خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے والے مجاہدین کو قوت فراہم کی جا سکے۔ حضرت مہدی کی کمک خراسان سے تب ہی ممکن ہے جب یہاں کے اللہ والوں کے پاس اتنی قوت ہو کہ کوئی دوسری طاقت ان کا راستہ نہ روک سکے۔ ظہورِ مہدی سے پہلے طالبان کو ایک تسلیم شدہ قوت کے طور کھڑا کرنے کی حکمت ایسے ہی سمجھنا چاہئے جیسے بچہ کی ولادت سے پہلے ہی دنیا میں اس کی ضرورتوں کا بندوبست اللہ کی طرف سے کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امریکہ اور اس کے حواریوں کا طالبان کی قوت کو تسلیم کر کے یہاں سے نکل جانا غزوۂ ہند کا راستہ کھلنے کی تمہید ثابت ہوسکتا ہے۔ واللہُ اعلم بالصواب

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیرِ اہتمام

وفاق المدارس سے الحاق شدہ

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

کُلّیۃ القُرآن (قرآن کالج) لاہور

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

’’تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔‘‘ (حدیث نبوی ﷺ)

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک (آرٹس، سائنس)۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے خواہش مند طلبہ کے لیے

آن لائن داخلے شروع

- کرونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے لاہور تشریف لائے بغیر بذریعہ واٹس ایپ اپنے کوائف ارسال کریں۔ مطلوبہ قابلیت کا جائزہ لینے کے بعد داخلہ دینے یا نہ دینے کے بارے آپ کو اطلاع کر دی جائے گی۔
- ریگولر کلاسز کے لیے حکومت پاکستان / وفاق المدارس کی ہدایات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔
- کوائف ارسال کرنے کے لیے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کریں۔

1۔ مولانا محمد فیاض	0322-4939102
2۔ شہریار	0301-4882395

خصوصیات

- دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم
- حفاظ، ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے مراعات
- وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ / پنجاب یونیورسٹی کا نصاب
- نمایاں پوزیشن والے طلبہ کے لیے وظائف

المعلن — حافظ عاطف وحید، مہتمم — ریاض اسماعیل، پرنسپل

دعائے مغفرت — انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی شمالی، بفرزون کے رفیق جناب حفیظ اللہ وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0342-2231415

☆ حلقہ ملاکنڈ، سوات کے ملتزم رفیق زبیر محمد کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0344-9657491

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمر گرہ کے مبتدی رفیق حنیف الرحمن کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0300-9003093

☆ حلقہ ملتان، گل گشت کے امیر جناب عمر عبد الرزاق کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0321-4004389

☆ مقامی تنظیم بہاول نگر کے نقیبِ اسرہ عدنان شاہد کے سسر وفات پا گئے۔

☆ بہاول نگر کے نقیب عبد القیوم کے بھائی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-6314578

☆ حلقہ سرگودھا شرقی کے ملتزم رفیق پروفیسر بشیر احمد کی اہلیہ وفات پا گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ہماری ویب سائٹ

www.tanzeem.org

پر ملاحظہ کیجیے:

☆ تنظیم اسلامی کا تعارف
☆ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا مکمل دورۂ ترجمۂ قرآن
☆ بانیٔ تنظیم اسلامی اور امیر تنظیم اسلامی کے مختلف خطابات
☆ تلاوتِ قرآن، دروسِ قرآن، دروسِ حدیث اور خطاباتِ جمعہ
☆ صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک اور اربعین نوویؒ کے تراجم
☆ میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے
☆ اردو اور انگریزی کتابیں
☆ آڈیو ویڈیو کیسٹس، سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست

US police learn their brutal tactics in Israel, says Amnesty International USA

With whom are many US police departments training? With a chronic human rights violator – Israel.

When the U.S. Department of Justice published a report Aug. 10 that documented "widespread constitutional violations, discriminatory enforcement, and culture of retaliation" within the Baltimore Police Department (BPD), there was rightly a general reaction of outrage.

But what hasn't received as much attention is where Baltimore police received training on crowd control, use of force and surveillance: Israel's national police, military and intelligence services.

Baltimore law enforcement officials, along with hundreds of others from Florida, New Jersey, Pennsylvania, California, Arizona, Connecticut, New York, Massachusetts, North Carolina, Georgia, Washington State as well as the DC Capitol police have all traveled to Israel for training. Thousands of others have received training from Israeli officials here in the U.S.

Many of these trips are taxpayer funded while others are privately funded. Since 2002, the Anti-Defamation League, the American Jewish Committee's Project Interchange and the Jewish Institute for National Security Affairs have paid for police chiefs, assistant chiefs and captains to train in Israel and the Occupied Palestinian Territories (OPT).

These trainings put Baltimore police and other U.S. law enforcement employees in the hands of military, security and police systems that have racked up documented human rights violations for years. Amnesty International, other human rights organizations and even the U.S. Department of State have cited Israeli police for carrying out extrajudicial executions and other unlawful killings, using ill treatment and torture (even against children), suppression of freedom of expression/association including through government surveillance, and excessive use of force against peaceful protesters.

Public or private funds spent to train our domestic police in Israel should concern all of us. Many of the abuses documented, parallels violations by Israeli military, security and police officials.

The Department of Justice report cited Baltimore police for using aggressive tactics that "escalate encounters and stifle public cooperation." This leads, the report said, to use of unreasonable force during interactions for minor infractions, such as quality of life matters. Furthermore, the report details how an overall lack of training leads to excessive force being used against those with mental health issues, juveniles and people who present "little or no threat against others," such as those already restrained.

For years, Amnesty International has found Israeli military, security and police forces responsible for the same behavior.

In one case, a 28-year-old Palestinian man, not suspected of any crime except being present during a raid, was killed in what appears to have been an extrajudicial execution by Israeli forces, including an undercover police unit, during a raid on al-Ahli hospital in Hebron November 2015.

Eyewitnesses report that when Israeli forces entered the hospital room where the suspect was recuperating, they immediately shot his cousin. There was no attempt to arrest him or

cousin. There was no attempt to arrest him or to use non-lethal alternatives before shooting him dead. This is one example among many.

There are also documented incidents of suppression of freedom of expression by Israeli police. For instance, journalists covering protests have been assaulted or shot. Individuals are also arrested for social media posts or for gathering to peacefully discuss the occupation. Police have harassed and arrested Israeli whistleblower Mordechai Vanunu repeatedly since he served his full sentence in 2004. Just this past July, Vanunu was in court for giving a news interview, moving (in the same building) without notifying police and for meeting with foreign nationals.

Another concern with the BPD is "systemic deficiencies" in "accountability structures". Lack of accountability for human rights violations by Israeli forces and the environment of impunity that exists has been a long-standing concern with human rights organizations.

It is beyond dispute that there are some very serious human rights problems in U.S. policing, including in relation to the use of force and respect for equality of all before the law. The Zionist monsters of Israel use force as they please, have no respect for equality and for them the lives of non-Jews do not matter."

<u>Source</u>: ***Adapted from an article by Abdul Haqq ibn Omar; Published in Crescent International***

(<u>Original</u> <u>Source</u>: ***https://www.amnestyusa.org/with-whom-are-many-u-s-police-departments-training-with-a-chronic-human-rights-violator-israel/*)**

<u>Note</u>: ***The editorial board of Nida e Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

"تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار، بالمقابل تھانہ نیوغلہ منڈی، فضل حسین مارکیٹ گوجرخان" میں

28 جون تا 04 جولائی 2020ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

اور

"جامع مسجد العابد، وارڈ نمبر 7 حیا تسر روڈ گوجرخان" میں

03 تا 05 جولائی 2020ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراءِ نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء ومعاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0346-5296462 / 051-4620514

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)35473375-78

تازہ شمارہ اپریل تا جون 2020ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین — ڈاکٹر اسرار احمد

اِس شمارے میں

کچھ علاج اس کا بھی.......!! — حافظ عاطف وحید

مِلاکُ التأویل (۲۱) — ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی

تحریک آزادیٔ نسواں اور اس کا پس منظر — محمد رشید ارشد

مفقود الخبر شوہر کی بیوی سے متعلق احکام — پروفیسر حافظ قاسم رضوان

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ (۵) — پروفیسر حافظ احمد یارؒ

افاداتِ حافظ احمد یار "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح" اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 70 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 280 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35869501-3

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

عرصہ 38 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

مضامینِ تدریس

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرامر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری ولغوی توضیحات)
- دورہ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
- سیرت و شمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث و اصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سال دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان و ادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

آغاز 10 اگست 2020 (اِن شاء اللہ)

ایام تدریس پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔
لہٰذا خواہشمند حضرات 8 اگست تک اپنی رجسٹریشن کروالیں۔

اوقات تدریس:
صبح 8 بجے تا 12:30

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز —— قرآن اکیڈمی

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
email:irts@tanzeem.org
www.tanzeem.org

زیر انتظام
مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ) ——

مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org
03161466611 - 04235869501-3

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.19

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore